ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

غلام احمد قادیانی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل قادیان

اخبار ہفتہ میں دوبار — فی پرچہ ایک آنہ

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد ۱۳ — نمبر ۸۰

مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء — یوم سہ شنبہ — مطابق ۱۱ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء۔ بعد نماز جمعہ مجلس ارشاد کا اجلاس مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت مولوی عبد الرحیم صاحب نیر منعقد ہوا۔ جس میں مولوی محمد الدین صاحب مبلغ امریکہ نے انگریزی میں امریکہ کے حالات سنائے۔ بعد نماز عصر انٹر کالیجیٹ ایسوسی ایشن نے مولوی محمد الدین صاحب کو ٹی پارٹی دی اور ایڈریس پیش کیا۔ جس کے جواب میں مولوی صاحب نے تقریر کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے بھی تقریر فرمائی۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب پریزیڈنٹ انجمن ارشاد مطلع فرماتے ہیں کہ آیندہ جمعہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں بیس اصحاب مختلف بیس زبانوں میں صداقت مسیح موعودؑ پر تقریریں کرینگے ٭

۲۲ جنوری بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں انٹر کالیجیٹ ایسوسی ایشن کا جلسہ ہوا۔ جس میں مولوی محمد الدین صاحب نے انگریزی میں تقریر کی۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے انگریزی میں تقریر فرمائی۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی دعوت چاء
مولوی محمد الدین صاحب بی اے کے اعزاز میں

خلاصہ ایڈریس

۱۰ جنوری ۱۹۲۶ء ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن نے جناب مولوی محمد الدین صاحب بی اے کو ان کی امریکہ سے بخیر و عافیت آمد کی خوشی میں دعوت چاء دی۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ چند اور بزرگان ملت بھی مدعو تھے۔ تلاوت اور نظم خوانی کے بعد جو ایسوسی ایشن کے ممبروں نے کی۔ ایڈریس سیکرٹری ایسوسی ایشن نے انگریزی میں پڑھا۔ جس میں اول تو اپنی ایسوسی ایشن کی خوش قسمتی کا ذکر کیا۔ جسے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور پھر جناب مولوی صاحب موصوف کی تبلیغی خدمات کا ذکر کیا۔ اور آخر میں استدعا کی کہ آپ ایسوسی ایشن کو کامیاب بنانے میں ہر طرح امداد دیں گے۔

اس کے جواب جناب مولوی صاحب نے انگریزی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

جواب ایڈریس

اگرچہ میں اپنی کمزوریوں کو اچھی طرح جانتا ہوں تاہم تعریف اور دعا جو خلوص دل سے نکلے ضرور کچھ معنے اور اثر رکھتی ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ تعریف اور دعا جو آپ کے دل سے میری نسبت نکلی۔ اخلاص سے بھری ہوئی ہے کیونکہ یہ میرے عزیزوں اور بہترین مخلص دوستوں کی طرف سے ہے۔ اور میرے کام میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہے تو خدا قادر ہے کہ خود اس کو پورا کر کے میری ناچیز کوششوں کے بڑے بڑے نتائج پیدا کر دے۔ کیونکہ ہمارا خدا طاقتور خدا ہے۔

مجھے اس ایسوسی ایشن کی موجودگی سے بہت فرحت ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں انگریزی زبان کل دنیا میں کام دیتی ہے۔ زمین کے ہر گوشہ میں انگریزی دان آدمی اپنا کام کر سکتا ہے اور اپنے خیالات کو دوسروں تک بآسانی پہنچا سکتا ہے صرف انگلستان یا اس کے زیر حکومت علاقوں کا ہی ذکر نہیں بلکہ

دیگر ممالک کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً جاپان میں میں نے دیکھا کہ بڑی بڑی دوکانوں۔ ہوٹلوں اور تختوں وغیرہ پر جہاں ان کی اپنی زبان میں نام درج تھے۔ انگریزی میں بھی لکھے ہوئے تھے حالانکہ وہاں جاپانی زبان ان کی مادری زبان ہے۔ اور جاپان ایک خود مختار ملک ہے۔ سائنس میں، آرٹ میں۔ غرض ہر شعبہ میں اس زبان کا دخل ہے۔ لیکن آپ صاحبان کا مقصد بلند ترین اور پاک ہے۔ کیونکہ آپ صرف خدا کے دین کی اشاعت کا جوش اپنے دلوں میں رکھتے ہوئے اس زبان کی مشق کر رہے ہیں۔ اور یہ سب سے اعلیٰ مقصد ہے۔

آپ کی ایسوسی ایشن کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ایک تقریر سے پڑی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضرور بابرکت اور ترقی کرنے والی ثابت ہوگی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو جب بھی کسی امداد کی ضرورت ہو۔ میں ہر ممکن طریق سے اس کے لئے تیار ہوں گا۔

آخر میں میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوا آپ کی بہبودی اور بہتری کی دعا کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:-

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

میرے حلق کی جو موجودہ حالت ہے وہ مجھے اجازت نہیں دیتی کہ میں زیادہ بیان کروں۔ اس لئے مختصر طور پر چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ میں اس امر پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں نے میری اس نصیحت پر عمل کیا ہے۔ جو میں نے یورپ سے واپس آکر انگریزی خوانوں کو کی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں افسوس بھی کرتا ہوں۔ کہ جو لوگ اس بات کے زیادہ اہل تھے انہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ مجھے سفر یورپ میں انگریزی بولنے کی جو مشق ہوگئی تھی۔ وہ کم ہوگئی ہے۔ اب گو میں انگریزی پہلے کی نسبت اچھی لکھ لیتا ہوں کیونکہ کبھی کبھی لکھتا رہتا ہوں۔ لیکن بولنے کی مشق نہیں رہی کہ اس کے لئے کوئی موقع نہیں ملا۔

میں امید کرتا ہوں کہ اگر ہمارے نوجوانوں نے متواتر اپنی کوشش جاری رکھی۔ تو ان میں ملکہ پیدا ہو جائیگا کہ بآسانی انگریزی میں اپنے خیالات ظاہر کر سکیں۔ کیونکہ ہر چیز کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور جو زبان بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اس کی نسبت بہت جلد سیکھ سکتا ہے۔ جو صرف سننے پر اکتفا کرتا ہے کوئی زبان کسی اور طریق سے اس عمدگی کے ساتھ نہیں آسکتی جس عمدگی سے بولنے کے ذریعہ آسکتی ہے بچہ بولنے سے ہی زبان سیکھتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عربی زبان کی تعلیم چونکہ بولنے پر مبنی نہیں۔ اس لئے ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۳۔ حتیٰ کہ ۲۰۔ ۲۰ سال لوگ پڑھتے ہیں۔ اور پھر بھی پوری طرح اس کے ذریعہ اپنے خیالات ظاہر نہیں کر سکتے۔ ایک حصہ تو حاصل کر لیتے ہیں کہ کوئی دوسرا عربی بولے تو سمجھ لیں۔ لیکن ایک مبلغ قوم کے لئے یہی کافی نہیں۔ کیونکہ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچائے۔ پس وہ قوم جس کا کام دوسروں کو تبلیغ کرنا ہے اُسے یہ بات کیا فائدہ دے سکتی ہے کہ اس کا کوئی آدمی کسی مجلس میں بیٹھ کر اس مجلس کی باتیں سمجھ سکے۔ اس کے لئے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی باتیں دوسروں تک پہنچا سکے۔

میں سمجھتا ہوں۔ گفتگو کے ذریعہ کسی زبان کو سیکھنے کی کوشش کرنا بہترین طریق ہے۔ اور اگر ہمارے نوجوانوں نے استقلال سے اس بات کو جاری رکھا۔ تو امید ہے کہ صحیح زبان سیکھ لینگے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ کوئی زبان بول لینے اور صحیح بولنے میں فرق ہے۔ میں نے انگلستان میں کئی انگریزوں کو دیکھا ہے جو غلط انگریزی بولتے ہیں۔ اسی طرح اردو کئی ایسے لوگ غلط بولتے ہیں۔ جن کی مادری زبان اردو ہے۔ مگر ان کے مقابلہ میں کئی پنجابی ایسے ہیں جو صحیح اردو بولتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے یہی کہ انھوں نے صرف اردو بولنے کی مشق نہیں کی بلکہ کوشش کی کہ صحیح زبان بولیں۔ اسی طرح ہمارے نوجوانوں کو بھی چاہیئے کہ جب وہ انگریزی بولنے کی مشق کریں۔ تو ان میں کوئی نہ کوئی انگریزی کا ماہر ہو۔ جو ان کی غلطیوں کی اصلاح کرے اور صحیح زبان سکھائے۔ پس انہیں مشق ہی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے لیکچروں کے وقت ایسے آدمیوں کو پریزیڈنٹ چننا چاہیئے۔ جو صحیح زبان بول سکیں۔

ایڈریس میں کام کی تعریف کی گئی ہے۔ جس کی تعریف کی جائے۔ اس کے لئے مشکل ہوتی ہے کہ کیا کہے۔ اگر وہ کہے میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔ تو دو صورتیں ہونگی۔ یا تو یہ کہ غلط بیانی کریگا یا پھر کسر نفسی ہوگی۔ جو تکلف کے طور پر ہوگی۔ اور اسے بھی ایک رنگ میں اپنی تعریف ہی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص مہمان کی خاطر تواضع کرتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے افسوس! میں آپ کی کچھ خدمت نہ کر سکا تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ میں نے خدمت کی ہے۔ اسی طرح جو شخص کہتا ہے۔ میں نے کچھ نہیں کیا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کیا تو ہے مگر میں نہیں کہتا تم کہو کہ میں نے کیا ہے۔ اس کی مثال وہی ہوتی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک ہندو تھا۔ جسے گوشت سے نفرت تھی۔ مگر امیر آدمی تھا۔ مزیدار کھانے کھانے کا شوقین تھا۔ لیکن روز دال کہاں مزیدار بن سکتی ہے اس لئے جو باورچی رکھتا۔ چند دن کے بعد اسے نکال دیتا۔ آخر ایک نوکر آیا۔ جس نے یہ طریق اختیار کیا کہ مختلف طریق سے گوشت پکاکر اس کا مصالحہ دال میں ڈالدیتا۔ اور اس طرح دال بہت مزیدار ہو جاتی۔ وہ ہندو اس کی بہت تعریف کرتا کہ بڑا اعلیٰ کھانا پکاتا ہے اس وجہ سے اسے انعام بھی دیتا۔ اس طرح جب اسے گوشت کھانے کی خوب عادت ہو گئی۔ تو ایک دن اس نے کہا۔ آج میں باورچی خانہ میں ہی بیٹھ کر گرم گرم کھانا کھاؤں گا۔ اس سے باورچی کو فکر ہوئی کہ میں گوشت کا مصالحہ دال میں نہ ڈال سکوں گا اسلئے اس نے بہتیرے بہانے بنائے کہ وہاں دھوئیں کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوگی میں گرم گرم کھانا آپ کو پہنچاتا رہوں گا۔ مگر اس نے ایک نہ مانی اور باورچی خانہ میں جاکر کہنے لگا۔ لاؤ کھانا۔ نوکر جب مجبور ہو گیا تو اس نے آنکھ بچاکر دال میں گوشت کا مصالحہ ڈالنے کی کوشش کی اس کے ڈالتے وقت ایک بوٹی بھی دال میں گرنے لگی۔ جسے اس نے پھونکوں سے ہٹانے کی کوشش کی۔ یہ دیکھ کر وہ ہندو سمجھ گیا کہ یہ تو مجھے گوشت کھلاتا رہا ہے کہنے لگا۔ جو آپ آتی ہے اُسے کیوں روکتے ہو۔ آنے دو۔

تو بعض دفعہ تعریف آپ آتی ہے۔ اسوقت بہترین طریق یہی ہوتا ہے کہ جو آپ آتی ہے اسے آنے دے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جس کام سے کسی کو تعلق ہوتا ہے اسے جب کوئی پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ مگر ہوتا یہ موقعہ نازک ہے۔ ذرا سی غلطی سے انسان اپنے آپ کو سبک بنا سکتا ہے۔ اپنی تعریف کا اقرار کرکے۔ اور بعض دفعہ انکار کرکے بھی۔ دونوں صورتوں میں یہی حالت ہوتی ہے۔ گویا یہ پلصراط ہوتی ہے۔ جس پر سے گذرنا پڑتا ہے۔ اس لئے بہترین موقعہ یہی ہے کہ سمجھے جو تعریف آپ آرہی ہے وہ آئے۔ بے شک تعریف ایسی بھی ہوتی ہے کہ ایک شخص نے کی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ مگر وہ تعریف وہ ہوتی ہے کہ کسی نے کچھ نہ کیا ہو۔ اور پھر تعریف کی جائے یا اس تعریف کے کرنے میں قومی فائدہ نہ ہو۔ ورنہ جس کو خدا تعالیٰ کام کرنے کی توفیق دے۔ اس کی تعریف کرنی چاہیئے۔ یہ بھی انعاموں میں سے ایک انعام ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محمدؐ کہا۔ تو یہ بھی آپ کی تعریف ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو اس کی تعریف پھیلائی جاتی ہے۔ اس لئے میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اگر ماسٹر محمد دین صاحب سے کچھ کام ہو گیا ہے تو ان کی تعریف میں زیادتی ہو۔ اور اگر نہیں ہوا تو تعریف کے بُرے اثر سے بچائے۔ پھر میں ان لڑکوں کے لئے دعا کرتا ہوں جنھوں نے یہ دعوت دی ہے۔ اور ماسٹر صاحب کے لئے بھی کہ ان کا آنا بابرکت ہو۔ اس دعا پر جلسہ کو ختم کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

یوم سہ شنبہ ۔ قادیان دارالامان ۔ ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء

چھوت چھات

کچھ عرصہ ہوا ۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان دینی اور دنیوی نقصانات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ہندو صاحبان مسلمانوں کو چھوت چھات کے ذریعہ پہنچا رہے ہیں ۔ ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو بھی ان اشیاء کے متعلق ہندوؤں سے چھوت چھات کرنی چاہیئے ۔ جن کے متعلق ہندو کرتے ہیں ۔ کیونکہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ۔ کہ ہندو تو مسلمانوں کو یہ درجہ دیں ۔ کہ اگر کتے جیسا ناپاک جانور ان کے برتنوں کو چھو جائے ۔ ان کے اپنے جسم اور کپڑوں سے لگ جائے ۔ تو انہیں کوئی پرہیز نہ ہو ۔ لیکن اگر ایک پاک و صاف مسلمان ان کے کسی برتن کو ہاتھ لگا دے ۔ یا اس وقت جبکہ وہ کوئی کھانے پینے کی چیز اٹھائے ہوئے ہوں ۔ ان کے ساتھ لگ جائے ۔ تو وہ چیز ناپاک ہو جائے ۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے ۔ کہ ہندو مسلمانوں کو بہت ہی ادنیٰ اور حقیر درجہ دیتے ہیں ۔ اور بہت ذلیل سمجھتے ہیں ۔

چونکہ ہندوؤں سے امید نہیں ۔ کہ وہ اپنی اس روش کو تبدیل کریں ۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان بھی یہی طریق اختیار کریں ۔ تاکہ ہندو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم مسلمانوں سے چھوت چھات اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم سے ادنیٰ درجہ کے ہیں ۔ پھر ایک بہت بڑا جو مالی اور اقتصادی نقصان اس چھوت چھات کی وجہ سے مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے ۔ اس کا انسداد ہو جائے ۔ وہ نقصان یہ ہے کہ ہندو کھانے پینے کی اشیاء مسلمانوں سے قطعاً نہیں خریدتے ۔ بلکہ ہندوؤں سے ہی خریدتے ہیں مگر مسلمان ہندوؤں سے بڑی آزادی کے ساتھ خریدتے ہیں ۔ اس طرح مسلمان ہندوؤں کی تجارت بڑھانے کا باعث بنتے ہیں ۔ اور مسلمان تاجر نقصان میں رہتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء کی اسلامی دوکانیں پنجاب کے شہروں اور دیہات میں بھی بہت کم نظر آتی ہیں ۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کی نسبت بہت بڑھی ہوتی ہے ۔ اگر مسلمان بھی مسلمانوں سے ہی خوردنی اور نوشیدنی اشیاء خریدیں ۔ جس طرح ہندو ہندوؤں سے ہی خریدتے ہیں ۔ تو بہت سے نقصانات سے محفوظ رہ سکتے ۔ اور اپنی تجارت کو ترقی دے سکتے ہیں ۔

اس تجویز پر بعض مقامات پر عمل شروع کیا گیا ۔ لیکن جیسا کہ چاہیئے تھا ۔ ویسا ابھی تک نہیں ہوا ۔ اس کے مقابلہ میں ہندوؤں کی یہ حالت ہے ۔ کہ وہ نہ صرف کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق مسلمانوں کے بائیکاٹ پر زور دے رہے ہیں ۔ بلکہ اور کئی قسم کے بائیکاٹ بھی تجویز کر رہے ہیں ۔ چنانچہ آریہ اخبارات میں یہ تحریک بڑے زور سے کی جا رہی ہے کہ مسلمان قصابوں کو قطعاً قرض نہ دیا جائے ۔ خواہ وہ چار آنے فی روپیہ سود کیوں نہ دیں ۔

اس لحاظ سے تو ہمیں اس تحریک کے متعلق خوشی ہو گی کہ اگر ہندوؤں نے اس پر عمل کیا ۔ اور یہ ان کیلئے کوئی بڑی بات نہیں تو مسلمان قصاب ایک حد تک سود جیسی لعنت سے بچ جائیں گے لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ جب ہندو صاحبان مسلمانوں کے سوشل بائیکاٹ پر اس قدر زور دے رہے ہیں اور اسے روز بروز سخت سے سخت تر بنا رہے ہیں ۔ تو کیا مسلمانوں کا فرض نہیں ہے کہ اپنی حفاظت کیلئے کوئی انتظام کریں ۔ اور وہ انتظام سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے ۔ کہ کم از کم وہ اشیاء تو ہندوؤں سے نہ خریدیں جو ہندو ان سے خریدنے کے روادار نہیں ہیں اور جنہیں کسی مسلمان کے چھو جانے سے وہ ناپاک اور پلید قرار دے دیتے ہیں ۔

کہا جاتا ہے کہ ہندو مسلمانوں سے چھوت چھات اس لئے کرتے ہیں کہ مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں ۔ اگر مسلمان گئوکشی چھوڑ دیں ۔ تو ہندو ان سے چھوت چھات بھی ترک کر دیں گے اس کے متعلق اول تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ گائے کوئی ناپاک اور گندہ جانور نہیں کہ اس کا گوشت استعمال کرنے والے ناپاک ہو جاتے ہیں ۔ دوسرے اگر مسلمانوں سے چھوت چھات کی یہ وجہ ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کے لئے ہندوؤں سے اس قسم کی چھوت چھات کی بہت معقول اور وزنی وجوہات موجود ہیں ۔ اور وہ یہ کہ ایک تو ہندو سؤر جیسے ناپاک اور گندے جانور کا گوشت استعمال کرتے ہیں ۔ جو اپنی غلاظت اور بے غیرتی کی وجہ سے مشہور عام ہے ۔ دوسرے ہندو دیگر جانوروں کو مردار بنا کر کھاتے ہیں ۔ یہ بھی مسلمانوں کے نزدیک نہایت ناپاک چیز ہے ۔ تیسرے ہندو دکاندار نہایت غلیظ ہوتے ہیں ۔ صفائی اور پاکیزگی کا نام تک نہیں جانتے ۔ ان وجوہات کی بناء پر بدرجہ اولیٰ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے ۔ کہ ہندوؤں کی بنائی ہوئی اشیاء کے استعمال سے پرہیز کریں ۔

ہندو صاحبان کو اس پر کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ جب وہ خود ایک لمبے عرصہ سے مسلمانوں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی اشیاء کھانے کے لئے تیار نہیں تو انہیں کیا حق ہے کہ مسلمانوں سے ہندوؤں کی بنائی ہوئی اشیاء کے استعمال کا مطالبہ کریں ۔

پس مسلمانوں کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ ہندوؤں کی بنائی ہوئی ان اشیاء کو قطعاً استعمال نہ کریں ۔ جو مسلمانوں کی بنائی ہوئی ہندو استعمال نہیں کرتے ۔ اور اس کے متعلق پوری پابندی کے ساتھ عمل کریں ۔

تمام مسلمانوں سے یہ گذارش کرتے ہوئے ہم اپنی جماعت کے لوگوں سے خاص طور پر استدعا کرتے ہیں کہ ان کے لئے ان کے امام اور اس امام کا حکم ہے ۔ جس کے احکام پر عمل کرنا وہ اپنے لئے دینی اور دنیوی برکات کا موجب سمجھتے ہیں ۔ کہ ہندوؤں کے ہاتھ کی وہ اشیاء استعمال نہ کی جائیں ۔ جن میں وہ مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے ہیں ۔ اس حکم کی ہماری جماعت کو خصوصیت کے ساتھ پابندی کرنی چاہیئے ۔ اور خاص کر اپنے چھوٹے بچوں کو بتانا چاہیئے ۔ کہ قطعاً ہندو دکانداروں سے ان کی بنائی ہوئی کھانے پینے کی اشیاء نہ خریدیں ۔ اور ان کا کھانا اپنے لئے ناجائز سمجھیں ۔

غیر مبائعین کا جلسہ سالانہ

غیر مبائعین کے سالانہ جلسہ پر جس قدر حاضری ہوتی ہے اس کا اگر جماعت احمدیہ کے مرکزی سالانہ جلسہ کی تعداد سے مقابلہ کیا جائے ۔ تو اندازہ ہو سکتا ہے ۔ کہ ان لوگوں کو جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں کیا نسبت ہے ۔ اسی وجہ سے غیر مبائعین ہر سال اپنے جلسہ کی حاضری کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا کرتے ہیں اور اس سال بھی انہوں نے ایسا ہی کیا ۔ چنانچہ پیغام صلح (۱۳ جنوری) نے اپنے جلسہ کی روئداد شائع کرتے ہوئے لکھا :-

"خدا کے فضل سے اس سال مہمانوں کی تعداد گذشتہ سالوں کی نسبت زیادہ تھی ۔ بہت سے نئے احباب بھی باہر سے تشریف لائے"

پھر لکھا

"یہ امر موجب مسرت ہے ، کہ اس سال کا جلسہ اور خصوصیات کے علاوہ مہمانوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی نہایت کامیاب ہوا"

لیکن جناب مولوی محمد علی صاحب نے جن کی نظر سے غالباً یہ سطور نہیں گذریں ۔ اپنے ایک مضمون مندرجہ پیغام ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء میں فرمایا ہے ۔

"باہر سے بہت تھوڑے احباب تشریف لائے ۔ کل تعداد پانچ سو کے قریب تھی"

یہ ہے وہ تعداد جو بقول پیغام گذشتہ سالوں کی نسبت بہت زیادہ تھی ۔ اور جس کی وجہ سے جلسہ نہایت کامیاب ہوا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

چند ضروری باتیں

کارکنان سلسلہ کے لئے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۵ جنوری ۱۹۲۶ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں ہر قسم کے لوگ

پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ مضبوط ہوتے ہیں وہ تکلیفوں کی بھی برداشت کر سکتے ہیں۔ اور قربانیاں بھی کر سکتے ہیں اور کچھ لوگ دوسرے ہوتے ہیں۔ جن کی ہمتیں اتنی بلند نہیں ہوتیں جتنی کہ ان کے دوسرے بھائیوں کی ہوتی ہیں۔ وہ نہ تو ان کی طرح قربانیاں کر سکتے ہیں۔ نہ انکی طرح تکالیف برداشت کر سکتے ہیں ایسے لوگوں کو قائم رکھنے اور ان کے سنبھالنے کیلئے ان لوگوں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنی ذات میں قوت اور طاقت رکھتے ہیں۔

عام قانون قدرت

اسی رنگ میں چلتا ہے۔ ماں باپ اپنے کھانے پینے اور پہننے کا انتظام کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے بچہ کو جو اپنی ذمہ داریاں آپ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ ماں باپ کے سپرد کر دیا ہے۔ اسی طرح اور باتوں میں نظر آتا ہے اور قریباً

دنیا کا ½ حصہ

ایسا ہی ہے کہ جس کا بوجھ دوسرے لوگ اٹھائے ہوئے ہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ ½ حصہ سے بھی زیادہ ہی دنیا ایسی ہو گی جو اپنے قیام کے لئے دوسروں کی محتاج ہے تمام بچے جو ہیں۔ ان کا بوجھ ماں باپ اٹھاتے ہیں۔ پھر بچوں کے سوا اور کمزور ہوتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں۔ بوڑھے ہوتے ہیں۔ ان کا بوجھ ان کے ماں باپ یا عزیز اٹھاتے ہیں۔ پھر کئی لوگ اپاہج ہوتے ہیں۔ اگر ان سب کا اندازہ کیا جائے تو

نصف کے قریب دنیا

ایسی ہو گی۔ جو کام کرنے کے قابل ہو گی۔ اور باقی نصف ایسی ہو گی۔ جو دوسروں کی محتاج ہو گی۔ اور جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے طاقت اور قوت دی ہے۔ ان کا فرض ہے کہ دوسروں کا بوجھ اٹھائیں۔ پھر جسمانی کمزوریوں کو اگر ہم نظر انداز بھی کر دیں۔ تو دماغی کمزوریوں کے لحاظ سے بھی اسی نسبت سے بلکہ اس سے بھی زیادہ ایسے لوگ ہونگے۔ جو دوسروں کی امداد کے محتاج ہونگے ان کے پاس طاقت ہو گی۔ علم ہو گا۔ دولت ہو گی۔ مگر امنگ اور ہمت نہیں ہو گی۔ اور جن میں امنگ اور ہمت ہوتی ہے۔ ان کے سمجھانے اور بتانے پر کام کرتے ہیں دیکھو

فوج میں سپاہی

اپنے افسروں کے ذریعہ لڑتے ہیں۔ اگر افسر بہادر ہو تو سپاہی بھی بہادر ہوتے ہیں۔ اور اگر افسر بزدل ہو۔ تو سپاہی بھی بزدل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فتوحات اور شکستوں کا ذمہ دار افسروں کو سمجھا جاتا ہے۔ اگر

افسروں کی کوششیں اور نمونے

اپنے ماتحتوں پر گہرا اثر نہ رکھتے۔ اگر افسر کی بہادری ۱۰۔۵۰۔۱۰۰ آدمی کو بہادر نہ بنا سکتی۔ اگر افسر کی بزدلی ۱۰۔۵۰۔۱۰۰ کو بزدل نہ بنا دیتی۔ تو شکست کے موقعہ پر اس پر الزام کیسا؟ اور فتح حاصل ہونے پر اسکی تعریف کیسی؟ ہر افسر شکست کے موقعہ پر کہہ سکتا تھا میں کیا کرتا۔ میرے ماتحت بزدل سپاہی تھے یا فتح کے موقعہ پر کہا جا سکتا تھا افسر کسی تعریف کا مستحق نہیں۔ اس کے ماتحت بہادر سپاہی تھے کونسا جرنیل ہے جو اکیلا فتح حاصل کرتا یا اکیلا شکست پاتا ہے نہ اکیلا کوئی جرنیل فتح پا سکتا ہے۔ اور نہ اکیلا شکست پا سکتا ہے۔ اگر ظاہر پر نظر ڈالی جائے تو فتح پانے والے سپاہی ہوتے ہیں۔ اور شکست پانیوالے بھی سپاہی ہوتے ہیں۔ مگر کہا یہ جاتا ہے کہ فلاں افسر بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور فلاں افسر قابل مذمت ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ افسر ایسے شخص کو بنایا جاتا ہے۔ جس کے متعلق امید کی جاتی ہے کہ وہ طاقتور اور بہادر ہے اور دوسروں کو سہارا دیکر کھڑا کر سکیگا۔ اور تمام بنی نوع انسان کی فطرتیں اس بات کو قبول کرتی ہیں کہ افسر کی بہادری یا بزدلی سے ہزاروں سپاہی بہادر یا بزدل بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی افسر فوج سمیت شکست کھاتا ہے تو اس کی نالائقی سمجھی جاتی ہے۔ اور اگر فتح حاصل کرتا ہے۔ تو اس کی بہادری قرار دی جاتی ہے۔ کیونکہ جب اس امر کو تسلیم کر لیا گیا۔ کہ افسر کے اندر یہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ سینکڑوں بزدلوں کو بہادر بنا دے۔ یا سینکڑوں بہادروں کو بزدل بنا دے تو فتح و شکست کا بیشتر حصہ بھی افسر کی طرف ہی منسوب کیا جائیگا۔

غرض **دنیا کے تجارب**

بتلاتے ہیں۔ ایک انسان میں طاقت ہوتی ہے کہ سینکڑوں کو بہادر بنا دے یا سینکڑوں کو بزدل بنا دے۔ اور وہ ان سب کی طرف سے ذمہ وار ہوتا ہے۔ پس جس کی ذمہ داریاں بہت بڑی ہوں یا اور ماتحتوں کی خرابیاں ایک حد تک اسکی طرف منسوب ہو سکتی اور انکی اصلاح کی ذمہ داری انکے سر پر ہوتی ہے۔ میں اس تمہید کے بعد

اپنی جماعت کے کارکنوں کو

یعنی مختلف جماعتوں کے امیروں۔ پریزیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ان علاقوں کی جماعتوں کی خرابیاں یا کامیابیاں ان کی ہمت اور طاقت پر منحصر ہیں۔ اگر کسی جماعت میں سستی۔ فساد۔ جھگڑا یا رخنہ پڑتا ہے تو اس کے ذمہ وار کارکن ہیں۔ اور اگر کسی جماعت میں اتفاق و اتحاد ترقی کرتا دینی کاموں میں چستی پیدا ہوتی۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی کا اچھا نمونہ دکھلاتے اور قربانیاں زیادہ کرتے ہیں تو یہ بھی ان کی کوششوں کا نتیجہ سمجھا جائیگا۔ اور اس کے بہت بڑے حصہ کی تعریف کے حق دار امراء۔ پریزیڈنٹ۔ سیکرٹری اور دوسرے کارکن ہونگے۔ پس میں اس

خطبہ کے ذریعہ

قادیان کے کارکنوں اور باہر کے کارکنوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مختلف جماعتوں کی کامیابیاں اور چستیاں۔ ہوشیاریاں یا قربانیاں یا پھر سستیاں اور کوتاہیاں جو نظر آئیں۔ ان کے بہت حد تک وہی ذمہ وار ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ کارکنوں کی ذرا سی غفلت ایک جماعت کو بالکل نکما کر دے۔ اور ممکن ہے کہ ان کی چستی ایک غافل اور سست جماعت کو چست اور ہوشیار بنا دے

بسا اوقات

ایسا نظر آتا ہے کہ ایک جماعت میں جب کوئی شخص چلا جاتا ہے تو اس جماعت کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ وہ جماعت سستی اور غفلت کے چوغے کو اتار کر نیا لباس پہن لیتی ہے۔ پھر اس کے مقابلہ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کہ بعض جماعتیں خوب چستی اور جوش سے کام کر رہی ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان میں سے کوئی اچھا کارکن تبدیل ہو کر کسی دوسری جگہ چلا جائے یا فوت ہو جائے۔ یا کسی اور وجہ سے وہ جماعت اس کی خدمات سے محروم ہو جائے تو معاً اس میں تفرقہ اور شقاق پیدا ہو جاتا ہے ؎

ان حالات اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے کارکنوں پر بہت بڑی ذمہ واریاں ہیں۔ اور

جماعت کے دوستوں کا فرض

ہے۔ کہ جس کارکن کو کسی کام کے لئے چنیں اس کے متعلق پہلے دیکھ لیں کہ وہ کام کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ تا نام کے افسر اور نام کے کارکن نہ ہوں۔ بلکہ حقیقتاً دوسروں کے لئے نمونہ ہوں۔ اپنی قربانی۔ اپنی ہوشیاری اور اپنی چالاکی سے جماعت کی بہتری اور ترقی کی کوشش کریں اپنے جذبات کو دبانے کے عادی ہوں۔ تاکہ ان کے نمونہ کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اپنے جذبات کو دبائیں۔ وہ خود قربانی کے عادی ہوں۔ تا دوسرے ان کے نمونہ کو دیکھ کر قربانی کریں۔ وہ خود تقویٰ و طہارت میں اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔ تا دوسرے ان کا نمونہ دیکھ کر تقویٰ و طہارت پیدا کریں ؎

پھر میں ان لوگوں سے جن کے ہاتھ میں انتخاب کے ذریعہ یا تقرر کے ذریعہ

جماعت کی باگ

ہے۔ کہتا ہوں۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ اور خود اعلےٰ درجہ کی قربانیاں دکھانے کی کوشش کریں۔ بغیر اس کے کہ وہ خود اعلےٰ قربانیوں کے عادی ہوں۔ دوسروں کو اعلےٰ قربانیوں کے قابل نہیں بنا سکتے۔ جب تک جماعت کی تربیت اس طرح نہ کی جائے۔ جس طرح ڈاکٹر مریض کی نگرانی کرتا ہے۔ اسوقت تک

حقیقی اصلاح

نہیں ہو سکتی۔ پس میں خصوصیت سے جماعت کے کارکنوں کو یہاں کے کارکنوں کو بھی اور باہر کے کارکنوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ دو باتوں کی طرف جماعت کے لوگوں کو بار بار توجہ دلائیں اور سمجھانے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ

کوئی قوم قربانی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی

ہماری جماعت کے لوگ باوجود اس کے کہ دوسروں کے مقابلہ میں بہت قربانیاں کرتے ہیں، مگر ابھی تک اچھی طرح ان کے ذہن نشین یہ بات نہیں ہوئی۔ کہ

قربانی کا حقیقی مفہوم

کیا ہے۔ اور یہ کہ بغیر قربانی کے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ بہت دفعہ کسی بات کا صحیح مفہوم معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بھی انسان ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ اور سخت نقصان اٹھاتا ہے۔ مثلاً ایک انسان یہ خیال کر کے کہ جس سفر پر میں جانے لگا ہوں وہ ایک دن کا سفر ہے۔ اسی قدر کھانے پینے کی تیاری کرے جو ایک دن کے لئے کافی ہو۔ لیکن وہ سفر سات دن کا ہو جائے۔ تو باوجود اس کے کہ اس نے سامان سفر مہیا کیا ہوگا وہ اپنے آپ کو بھوک وغیرہ کی تکلیف سے بچا نہ سکے گا۔ اس لئے کہ اس نے سامان سفر تو لیا۔ مگر یہ غلطی کی۔ کہ اسے یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ کس قدر سامان کی ضرورت تھی۔

اسی طرح گو ہماری جماعت کے بہت لوگ اس بات کو محسوس کرتے ہیں۔ کہ ہمیں قربانی کی ضرورت ہے۔ مگر ان میں سے ایسے بہت سے ہیں۔ جو یہ محسوس نہیں کرتے کہ

کس قدر قربانی کی ضرورت

ہے۔ ایسی صورت میں مختلف جماعتوں کے امیروں پریذیڈنٹوں اور سکرٹریوں کا فرض ہے۔ کہ بار بار لیکچروں کے ذریعہ۔ اور لوگوں سے مل کر انہیں اس طرف توجہ دلائیں۔ کہ احمدیت میں داخل ہونا معمولی بات نہیں۔ بلکہ اپنے لئے اور اپنے عزیزوں کے لئے موت قبول کرنا ہے۔ انہیں بتائیں۔ کہ بیعت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اپنا سب کچھ قربان کر دے۔ اپنا مال۔ اپنی جان۔ اپنی عزت۔ اپنا وطن۔ اپنی حکومت۔ غرض کہ جب تک کوئی اپنی ہر ایک چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ بیعت کے مفہوم پر عامل نہیں ہوتا۔

بیعت کے معنی

ہیں بیچ دینا۔ میں حیران ہوتا ہوں۔ وہ لوگ جو قربانی کے چھوٹے چھوٹے سوال پر کہ دیتے ہیں۔ ہم کب تک قربانی کرتے جائیں۔ وہ بیعت کا کیا مفہوم سمجھتے ہیں کیا وہ بیعت کا وہی مفہوم سمجھتے ہیں۔ جو عام پیروں کی بیعت کا سمجھا جاتا ہے۔ کہ ایک شخص کا دامن پکڑ لیا۔ اب یہ اس کا کام ہے۔ کہ اٹھا کر نجات کے دروازہ پر پہنچا دے۔ بیعت کرنیوالوں کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ ایسا کوئی انسان نہیں گذرا۔ حتیٰ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی یہ طاقت نہ تھی۔ کہ کسی کو اس کی اپنی کوشش اور سعی کے بغیر نجات دلا سکیں۔ پس خواہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں جب ایسا نہیں کر سکے۔ تو کسی اور کی کیا مجال ہے۔ کہ اس کے متعلق اس قسم کی توقع رکھی جائے جو چیز انسان کو نجات کے دروازہ پر پہنچاتی ہے۔ وہ اس کی اپنی

کامل قربانی

ہے۔ اور وہ قربانی جس کے بعد کوئی چیز اس کے اپنے قبضہ میں نہیں رہتی۔ حضرت مسیح کا یہ قول کیا ہی لطیف ہے۔ کہ ہر شخص اپنی صلیب آپ اٹھا کر چلے۔ نجات پانے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ

ہر شخص اپنی صلیب آپ اٹھائے

پس بیعت کا یہ مفہوم نہیں۔ کہ کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جو اٹھا کر نجات کے دروازہ پر کسی کو پہنچا دے۔ بلکہ بیعت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ انسان ایک انسان کے ہاتھ پر وعدہ کرتا ہے۔ کہ میں اپنی جان مال عزت آبرو آرام آسائش غرض ہر چیز خدا کے رستہ میں قربان کرتا ہوں اگر اس عہد کا پابند رہتا اور مرتے دم تک پابند رہتا ہے تو بے شک وہ نجات پا گیا۔ لیکن اگر اس کا پابند نہیں رہتا اتنی قربانی نہیں کر سکتا۔ جتنی کا اس سے مطالبہ کیا جائے تو قطعاً نجات نہیں پا سکتا۔ خواہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے۔ خواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں اس نے ہاتھ دیا۔ اور خواہ خود محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دیا۔ وہ ایک دھوکہ خوردہ یا دھوکہ دینے والا انسان ہے۔ اس کی مثال اس پاگل کی سی ہے جو اینٹوں کے ٹکڑوں کو ہیرے اور جواہرات سمجھ کر اپنے قبضہ میں رکھتا ہے۔ یا اس فریبی انسان کی سی ہے۔ جو پیتل کے

سکو اپنے بارہ چڑھا کر [illegible]
ایسے لوگ یا تو اپنے نفس کو آپ ہلاک کر رہے ہیں یا دوسروں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بیعت کے اصل مفہوم کو نہیں سمجھتے۔ وہی شخص اور

صرف وہی شخص

بیعت کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ جو دین کی خدمت کے لئے ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ آخر یہ بھی تو سوچنا چاہیئے۔ کہ جب وہ قربانی جس کا مطالبہ جماعت سے کیا جاتا ہے۔ اگر زیادہ نہیں۔ دس بیس یا سو اس کے کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ تو وہی قربانی دوسرے کیوں نہیں کر سکتے۔ اگر ایک جماعت سے دو ہزار آدمی ایسا نکل سکتا ہے جو اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ بلکہ مطالبہ سے بڑھ کر قربانی اور ایثار پیش کرتا ہے۔ تو دوسرے لوگ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ حد سے زیادہ مطالبہ ہے اور اس کا پورا کرنا ناممکن ہے۔ اگر ناممکن تھا۔ تو دوسروں کے لئے بھی ناممکن ہونا چاہیئے تھا۔ وہ بھی انسان ہی تھے۔ ان کے لئے وہ کس طرح ممکن بن گیا۔ اور اگر وہ اس پر قادر ہو گئے۔ تو دوسرے بھی ہو سکتے ہیں۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کوئی مطالبہ ناممکن اور حد سے بڑھ کر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگر دین میں کوئی ایسا موقعہ نہیں آسکتا۔ جب جان و مال سب کچھ دے دینے کی ضرورت پیش آسکتی ہو۔ تو پھر خدا تعالےٰ نے یہ کیا کیا ہے۔ کہ بیعت لیتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سب کچھ لے لینے کا اقرار کرتا ہے۔ پھر جتنے مطالبہ کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہو سکتی تھی۔ اتنے کا ہی اقرار کراتا۔ مگر خدا تعالےٰ نے بیعت کا حکم دیا ہے۔ اور بیعت کا حکم دینا بتاتا ہے۔ کہ ایسا موقعہ آسکتا ہے۔ جبکہ

دین کیلئے سب کچھ قربان کرنے کی ضرورت

ہو۔ اور پہلے زمانوں میں ایسے موقعے آتے رہے ہیں۔ دیکھو سب سے خطرناک وقت وہ ہوتا ہے۔ جبکہ کھانا ختم ہو رہا ہو۔ اور اور میسر آنے کا کوئی موقعہ نہ ہو۔ اور انسان سمجھے۔ جو کچھ میرے پاس ہے۔ اگر وہ ختم ہو گیا۔ تو میں بھوکا مر جاؤں گا۔ ایسی حالت میں انسان عزیز سے عزیز چیز کو بھی بھول جاتا اور قریب سے قریب تعلق کی بھی کوئی پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ اس وقت اپنی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض دفعہ مکانوں میں آگ لگی۔ تو وہ پیارے جو ایک دوسرے کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کو دھکے دے دے کر باہر نکل آئے۔ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو اپنے عزیزوں کو بچا لاتے ہیں۔ اور ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو دوسروں کو بچانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی جان دے دیتے ہیں۔ مگر ایسے

ہی ہوسکتا ہے۔ جو عزیزوں کو بھوکے دیکھ کر خود باہر نکلنے کی کوشش [illegible] پیچھا کرنیا میں آگ لگتی ہے تو بس ہم نے نظارے دیکھے جاتے ہیں۔ پچھلے ہی دنوں امریکہ میں ایک سینما میں آگ لگ گئی۔ تو شائع ہؤا تھا۔ کہ کئی عورتوں نے اس افراتفری میں اپنے بچے کچل ڈالے۔ اور ان کو چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ ایسے موقعہ پر جبکہ انسان سمجھتا ہے۔ تباہی سامنے ہے۔ اسے زیادہ گھبراہٹ ہوتی ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ آئندہ تباہی کا خطرہ ہو۔ مگر ہم دیکھتے ہیں

رسول کریم صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سفر کر رہے ہیں

لوگوں کے پاس کھانا کم ہو جاتا ہے۔ سفر ابھی لمبا ہے۔ اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں۔ کہ مزید کھانا مہیا کر سکیں۔ یا کہیں سے خرید سکیں۔ بعض کے پاس کچھ کھانا رہ گیا ہے۔ اور بعض کا بالکل ختم ہو گیا ہے۔ اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس جس کے پاس کچھ ہے۔ لا کر رکھ دو۔ اب وہ کسی کا نہیں۔ ساری جماعت کا ہے۔ اس وقت جس کے پاس جو کچھ تھا۔ اس نے لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اور ایک نے بھی نہ کہا۔ کہ اگر دوسرے مرتے ہیں تو مرنے دو۔ ہماری جانیں تو ہمارے کھانے سے بچنے دو۔

ایک جنگل بیابان میں

جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز مہیا نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ مطالبہ کہ جو کچھ کسی کے پاس ہے۔ لا کر رکھ دو۔ اس سے مراد اگرچہ وہ کھانا ہی تھا۔ جو ان کے پاس تھا۔ لیکن جن لوگوں نے ایسے موقعہ پر کھانا لا کر رکھ دیا۔ ان کے متعلق یقین کامل کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر یہی مطالبہ ان سے گھر پر کیا جاتا۔ اور کسی کے گھر میں دس لاکھ روپیہ بھی ہوتا۔ تو وہ سارے کا سارا لا کر رکھ دیتا۔ کیونکہ جب انہوں نے موت سامنے دیکھتے ہوئے قربانی کی۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ وہ ہر قربانی کے لئے تیار اور آمادہ ہیں۔ اور یہی مفہوم ہے بیعت کا۔ پس اگر ایسے مواقع نہ پیش آسکتے۔ جب

سب کچھ دینا پڑتا

تو ہرگز خدا تعالےٰ بیعت کا حکم نہ دیتا۔ اگر خدا تعالےٰ کے ارادہ میں یہ تھا۔ کہ کبھی ایسا موقعہ پیش نہ آئے گا۔ کہ سب کچھ مانگیں گے یا بیعت کرنے والوں پر فرض نہیں۔ کہ سب کچھ دے دیں۔ تو پھر ہرگز خدا تعالےٰ بیعت کا اقرار نہ لیتا۔ بلکہ یہی اقرار لیتا۔ کہ مال کا اتنا حصہ دوں گا۔ اور وہی انتہائی حد قرار دیتا۔ جس پر آگے قدم رکھا جانا چاہیئے تھا۔ مگر اس کی بجائے خدا تعالےٰ نے بیعت لی۔ جس میں ہر چیز جان۔ مال۔ عزت آبرو وغیرہ آجاتی ہے۔ اور اس طرح یہ اقرار لیا۔ کہ جب دین کے لئے ضرورت ہو۔ تو کسی چیز کے دینے سے دریغ نہیں کروں گا

اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ ایسے موقعے پیش آسکتے ہیں اور [illegible] دین کے لئے [illegible] ایسے مواقع پیدا [illegible] کریں۔ کہ لاؤ سب کچھ لا کر رکھ دو۔ جسے دین کے لئے خرچ کیا جائے۔ ایسے مواقع پر سوائے اس چیز کے جو شریعت کے لحاظ سے ضروری ہو۔ کہ اپنے پاس رکھی جائے۔ مثلاً ستر ڈھانکنے کے لئے۔ اگر کوئی ایک پیسہ بھی اپنے پاس رکھتا ہے۔ تو وہ اس کے لئے حرام ہے۔

جب تک اس قربانی کے لئے ہماری جماعت تیار نہیں ہوتی۔ اور صرف تیار ہی نہیں۔ بلکہ

عملی نمونہ

نہیں دکھاتی۔ اور کر کے نہیں دکھا دیتی۔ اس وقت تک بیعت صرف منہ کے الفاظ ہیں۔ فریب ہے۔ دھوکہ ہے۔ جھوٹ ہے۔ اور جھوٹ بھی اتنا بڑا جو خدا تعالےٰ سے بولا گیا۔ پس قربانی اور بیعت کا یہ مفہوم ہے۔ جو میں نے بیان کیا ہے۔ جماعتوں کے امیروں۔ پریذیڈنٹوں۔ اور سکرٹریوں کو چاہیئے۔ کہ متواتر یہ مفہوم اپنی جماعت کے لوگوں کے ذہن نشین کرتے رہیں۔ اور

کم از کم ۱۲ دفعہ سال میں

ضرور افراد کے سامنے پیش کریں۔ اس کے علاوہ افراد سے مل کر بھی انہیں سمجھائیں۔ کیونکہ جب تک یہ امر اچھی طرح ان کے ذہن نشین نہ ہو جائے گا۔ لوگوں میں

کامل جوش

نہ پیدا ہوگا۔ دراصل دل کی خوشی اور امنگ ہی کام کراتی ہے۔ جن لوگوں کے دل وسیع ہوتے ہیں۔ وہ بہت بڑی بڑی قربانیاں کر کے بھی کہتے ہیں۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور جن کے دل تنگ ہوتے ہیں۔ وہ ایک پیسہ دیکر بھی کہہ اٹھتے ہیں۔ بڑا بوجھ پڑ گیا۔ پس

دلوں کی اصلاح

کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اگر دلوں کی اصلاح ہو جائے اور لوگ بیعت کا حقیقی مفہوم سمجھ جائیں۔ تو پھر کوئی بڑی سے بڑی قربانی ان کے لئے مشکل نہ ہوگی۔ دیکھو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متواتر سارا مال لا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر کرتے رہے۔ اور کبھی انہوں نے یہ نہ کہا۔ کہ بڑا بوجھ پڑ گیا ہے۔ لیکن منافقوں نے کبھی ادنےٰ چندوں میں بھی حصہ نہ لیا۔ اور کہتے رہے۔ بوجھ سے دب گئے۔ پس یہ بات منحصر ہے۔ دل کی قربانی پر۔ اور دل کی قربانی بغیر نفس کی قربانی کے قبول نہیں کی جاسکتی۔ اور دل کی قربانی بغیر ظاہری قربانی کے نہیں ہوسکتی۔ اس لئے احمدی جماعتوں کے امرا پریذیڈنٹوں اور سکرٹریوں کا فرض ہے

کہ لوگوں کے ارادوں اور خیالات کو بدل دیں۔ اور انہیں

حقیقی قربانی کا مفہوم

سمجھا دیں۔ جب ان کے دل بدل جائیں گے۔ تو وہی قربانیاں جن پر اب بعض شور مچاتے ہیں۔ کہ بہت بڑا بوجھ پڑ گیا۔ انہیں نہایت حقیر اور ادنیٰ معلوم ہونگی۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہیں گے۔ اور چیخیں نکل جائیں گی۔ کہ ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔ دیکھو دلوں کے فرق کس طرح ہوتے ہیں۔

حضرت عمر رضؓ

جیسا انسان جنہوں نے اپنی ساری عمر ہی ملت اسلامیہ کے غم اور فکر میں گھلا دی۔ جنہوں نے ہر موقعہ پر اعلےٰ سے اعلےٰ قربانی کی۔ گو عمل کے لحاظ سے ان کی قربانیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قربانیوں تک نہ پہنچیں۔ لیکن ارادہ اور نیت کے لحاظ سے سب کی برابر تھیں۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ خدا تعالےٰ ابوبکر پر برکت کرے۔ میں نے کئی دفعہ کوشش کی۔ کہ ان سے بڑھ جاؤں۔ مگر کبھی کامیاب نہ ہؤا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مال لاؤ۔ تو میں اپنا نصف مال لے گیا اور خیال کیا۔ کہ آج میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ جاؤں گا۔ مگر ابوبکر مجھ سے پہلے وہاں پہنچے ہوئے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چونکہ ان سے رشتہ بھی تھا اور جانتے تھے۔ کہ انہوں نے کچھ نہیں چھوڑا ہوگا۔ اسلئے آپ دریافت فرما رہے تھے۔ ابوبکر گھر کیا چھوڑا۔ انہوں نے کہا۔

گھر خدا اور رسول کا نام

چھوڑا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے اور فرماتے میں اس وقت بھی ان سے نہ بڑھ سکا۔

یہ ان کی قربانیاں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے بھی دیتے رہتے تھے۔ لیکن جب خاص موقعہ آیا۔ تو سب کچھ لا کر رکھ دیا۔ ایک طرف تو یہ لوگ تھے اور ایک طرف وہ لوگ ہیں۔ جنہیں اپنے مال کے دسویں حصہ کی قربانی کا بھی موقعہ نہیں ملتا۔ اور کہتے ہیں۔ ہم لٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے۔ تو بار بار ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ اور کہتے خدایا

میں کسی انعام کا مستحق نہیں

ہوں۔ میں تو صرف یہی چاہتا ہوں۔ کہ سزا سے بچ جاؤں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے۔ کہ آپ باوجود اس قدر قربانیوں کے پرندوں کو رشک کی نظر سے دیکھتے۔ اور فرماتے۔ یہ کیا ہی خوش قسمت ہیں کہ خدا تعالےٰ کے عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔ مگر ہم خطرہ میں ہیں۔

کیا تم سمجھتے ہو

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کو ہماری طرح حاجتیں نہ تھیں رہتیں۔ کیونکہ وہ بھی انسان تھے مگر ان کی جو چیز بدلی ہوئی تھی۔ وہ ان کا دل تھا۔ اور وہ جانتے تھے۔ کہ بیعت کا کیا مفہوم ہے۔ اس لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی کرتے۔ اور پھر بھی یہی سمجھتے۔ کہ ابھی ہمارے ہی ذمہ کچھ نکلتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف ہمارا کچھ نہیں نکلتا۔ خدا تعالیٰ سے تو ہم نے جنت لینی ہے۔ مگر ہمارے پاس ابھی اپنی جان۔ مال اور دوسری چیزیں باقی ہیں۔ یہ وجہ تھی۔ جس کے باعث ان کے دل میں بڑی بڑی قربانیاں کر کے کبھی شکایت پیدا نہ ہوتی بلکہ یہی تمنا رہتی۔ کہ ابھی کچھ نہیں کیا۔ کچھ اور کیا جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا ہی حق ہمارے ذمہ ہے ہمارا خدا پر نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے ابھی تک بیعت کا مفہوم پورا نہیں کیا۔ جو اسی طرح پورا ہو سکتا ہے کہ اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کو دیدیں۔ یہ وجہ تھی کہ ان کے دل

یقین اور ایمان

سے پُر تھے۔ اور وہ جانتے تھے۔ کہ بغیر قربانی کے ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنا اپنے اوپر احسان کرنا ہے۔ نہ کہ خدا تعالیٰ پر۔ اس وجہ سے ہر قربانی جو وہ کرتے۔ انہیں حقیر نظر آتی۔ لیکن ویسی ہی قربانی کا مطالبہ جیسی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے خود کی۔ کئی لوگوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بن گیا۔ اور وہ مرتد ہو گئے۔ اسی طرح

اب بھی کئی ایسے لوگ ہیں

جو بغیر اس کے کہ اتنی قربانی کریں جتنی جماعت کا دوسرا حصہ کر رہا ہے۔ ٹھوکر کھا رہے ہیں۔ ان کا سارا مال دینا تو الگ رہا ایک آنہ فی روپیہ دینا یا چندہ خاص دینا جو کبھی لیا جاتا ہے اس پر شور مچا رہے ہیں۔ حالانکہ جماعت کا ۷۰ فیصدی حصہ ایسا ہے جو نظام کے ماتحت ہے۔ اور چندہ اسی طریق سے ادا کرتا ہے اور باقی جو انتظام کے ماتحت نہیں۔ وہ زیر الزام نہیں کیونکہ اس تک ہم پہنچ نہیں سکتے۔ ایسی حالت میں وہ لوگ جو شور مچاتے ہیں۔ غور کریں۔ وہ بیعت کا مفہوم کیا سمجھے ہوئے ہیں۔ ذمہ دار کارکنوں کا فرض ہے کہ بیعت کے حقیقی مفہوم کو اپنے ذہن نشین بھی کریں۔ اور جو لوگ کمزور ہیں۔ ان کے ذہن نشین بھی کرائیں۔

پھر میں

یہاں کے کارکنوں سے

کہتا ہوں۔ سلسلہ کا کام کرنا ہر فرد کے ذمہ ہے ہماری مشکلات اور روکیں جو ہیں۔ وہ اگر کسی وقت اس حد تک پہنچ جائیں کہ باہر کے لوگ ہماری کچھ مدد نہ کر سکیں۔ تو ہمیں یہ خیال ہونا چاہئیے کہ یہ کام ہمارے ہیں دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت صحابہ نے

بغیر تنخواہ اور اُجرت کے

کام کئے ہیں۔ اب ہماری جماعت کے کارکنوں کو بھی اس بات کیلئے آمادہ اور تیار رہنا چاہیئے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کیلئے بغیر کسی بھائی کی مدد کے کام کرنا پڑے تو کیا جائے وہ جو خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتے ہوئے فاقہ سے مرتا ہے اس سے بہتر کس کی موت ہو سکتی ہے۔ شہادت تلوار کی موت کو ہی نہیں کہتے اس سے بہت بڑی شہادت وہ ہے۔ جو متواتر تکلیف اٹھا کر میرا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ احد کے شہدا سے بڑھکر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا مرتبہ

نہ تھا۔ احد کے شہدا کو تو ایک شہادت نصیب ہوئی مگر خدا تعالیٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے۔ لعلک باخع نفسك الا یکونوا مومنین۔ کہ تو ہر گھڑی اس فکر اور غم میں ہے جو موت سے بڑھکر ہے کہ دنیا کیوں ایمان نہیں لاتی۔ اس لئے اگر دنیا میں کوئی

سب سے بڑا شہید

گذرا ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ کو ایک ایک گھڑی میں شہادت حاصل ہوتی تھی۔ شہادت کا یہی مفہوم ہے جس کو مد نظر رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ؎

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

کہ

میرے گریبان میں سو حسین ہیں

لوگ اس کے معنے یہ سمجھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے میں سو حسین کے برابر ہوں لیکن میں کہتا ہوں اس سے بڑھکر اس کا یہ مفہوم ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے۔ وہ شخص جو اہل دنیا کے فکروں میں گھلا جاتا ہے۔ جو ایسے وقت میں کھڑا ہوتا ہے۔ جبکہ ہر طرف تاریکی اور ظلمت پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسلام کا نام مٹ رہا ہے۔ وہ دن رات دنیا کا غم کھاتا ہوا اسلام کو قائم کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی قربانی سو حسین کے برابر نہ تھی۔ پس یہ تو ادنیٰ سوال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امام حسین کے برابر تھے یا ادنیٰ۔ حضرت امام حسین ولی تھے۔ مگر ان کو وہ غم اور صدمہ کس طرح پہنچ سکتا تھا جو اسلام کو مٹتا دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوا۔ حضرت امام حسین اس وقت ہوئے جبکہ لاکھوں اولیاء موجود تھے اسلام اپنی شان و شوکت میں تھا۔ ایسی حالت میں ان کو وہ غم کہاں ہو سکتا تھا۔ جو اس شخص کو ہوا۔ جو ایسی ہی حالات میں مبعوث ہوا جن حالات میں خود محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام حسین کی شہادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت سے بڑی تھی۔ نہیں۔ اس لئے کہ جو غم اور تکلیف آپ کو اسلام کے لئے اٹھانی پڑی وہ حضرت امام حسین کو نہیں اٹھانی پڑی۔ اسی طرح

حضرت مسیح موعود کی شہادت

بھی بہت بڑھی ہوئی تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے گھر میں بیٹھے رہے۔ پھر کس طرح امام حسین سے بڑھ گئے۔ میں کہتا ہوں کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح فوت ہوئے جس طرح امام حسین فوت ہوئے تھے۔ نہیں۔ مگر کوئی ہے جو کہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی حضرت امام حسین کی قربانی سے کم تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک سیکنڈ کی قربانی حضرت امام حسین کی ساری عمر کی قربانی سے بڑھ کر تھی پس جس طرح محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی بڑی تھی۔ اسی طرح وہ شخص جو انہی حالات میں کھڑا ہو گا جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اس کی قربانی ہی بہت بڑھکر ہو گی۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا ہے ؎

کربلائیست سیر ہر آنم ؛ صد حسین است در گریبانم

کہ مجھ پر تو ہر لمحہ

سو سو کربلا کی مصیبتیں

گذرتی ہیں۔ اور میں تو ہر گھڑی کربلا کی سیر کر رہا ہوں۔ یہ شہادت بہت بڑی ہے۔ ایک شہید تو وہ ہوتا ہے جو تلوار اُٹھا کر دشمن کے سامنے جاتا اور اپنے آپ کو موت سے بچاتا ہوا مارا جاتا ہے۔ لیکن ایک شہید وہ ہوتا ہے کہ اگر اسے دنیا کی بہبودی کا خیال نہ ہو تو وہ اپنے قلب کو تسلی دینے کے لئے

ہزار دفعہ موت

قبول کرلے۔ وہ جو دین کے لئے قربان ہوتا ہے۔ مگر تلوار اٹھاتا ہے اس کے مقابلہ میں اسکی قربانی بہت بڑی ہوتی ہے۔ جو تلوار کے ذریعہ تو نہیں مرتا۔ مگر ہر گھڑی قربان ہو رہا ہوتا ہے کیونکہ وہ اس لئے نہیں مرتا کہ موت کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا غم اور فکر تو ہزار دفعہ مرنے سے بھی بڑھا ہوتا ہے۔ پس

قربانی اور شہادت

ہی ہے۔ جو انسان کو کمالات تک پہنچاتی ہے۔ اس لئے یہاں کے کارکنوں کو بھی تیار رہنا چاہیئے۔ ہمارے لئے فی الحال تلوار کی شہادت کا تو موقع نہیں مگر امت محمدیہ اور تمام عالم کے غم میں گھلنے کی شہادت کا موقع ہے اور یہ

تلوار کی شہادت سے بہت بڑھکر شہادت

ہے۔ جس شخص کو قومی درد سے واسطہ پڑا ہو۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ قوم

اور بنی نوع انسان کا درد اتنا بڑا درد ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو موت سے زیادہ کوئی نعمت نظر نہیں آتی۔ اگر وہ یہ محسوس نہ کرے کہ کم ہمتی ہوگی اگر میں جان دے دوں۔ اور اپنی ذمہ داری کو موت کے ذریعہ ترک کر دوں تو وہ

سب سے بڑی نعمت موت

کو سمجھے۔ پس میں اپنی جماعت کے ان کارکنوں سے جو مرکز میں کام کرتے ہیں کہتا ہوں۔ قطع نظر اس سے کہ دوسرے بھائی ان کی مدد کرتے ہیں یا نہیں انہیں تیار رہنا چاہیئے کہ

ہر حالت میں اسلام کی خدمت

کرنی ہے۔ جو شخص اس نیت اور اس ارادہ سے کام نہیں کر سکتا اس کیلئے تو سلسلہ کا کام کرنے کی نسبت بہتر ہے کہ کسی اور جگہ اپنا ٹھکانا بنا لے تاکہ وہ پہلا ایمان بھی نہ کھو بیٹھے۔ دین اسلام کی خدمت وہی کر سکتا ہے جو اس بات کیلئے تیار ہو کہ کوئی تکلیف اسے اس کام سے نہیں ہٹا سکیگی اور وہ ہر لحظہ موت کے لئے تیار ہے۔ خواہ وہ موت تلوار سے ہو۔ خواہ گھٹ گھٹ کر فاقہ کشی سے ہو۔

دوسری نصیحت میں کارکنوں اور دوسروں کو یہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ جماعت کے لوگوں کے یہ بات بھی ذہن نشین کرائیں کہ

کوئی انسان غلطی سے پاک نہیں ہو سکتا

اور غلطی کرنا قابل الزام نہیں۔ بدنیتی اور کوتاہی قابل الزام بناتی ہے مگر میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے وہ بعض لوگوں کی غلطیاں دیکھ کر ہمت ہار دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں دنیا میں کونسا انسان ایسا ہوگا جس سے کبھی غلطی نہیں ہوئی ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے اور

بغیر غلطی کے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی

وہ قوم جو اس بات سے ڈرتی ہے کہ اس سے غلطی نہ ہو جائے۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ دیکھو یہ

لوہے چینی کے برتن

جو استعمال میں آتے ہیں یہ جرمنی کے ایک نواب نے ایجاد کئے تھے۔ اس نے اپنی ساری دولت اسمیں صرف کر دی۔ وہ بہت سا خرچ کر کے بھٹی تیار کرتا لیکن جب نکالتا تو لوہے کا لوہا ہوتا۔ اس طرح جب اسکی اپنی ساری دولت صرف ہو گئی تو اس نے قرض لیکر خرچ کرنا شروع کیا۔ مگر پھر بھی ناکام رہا۔ اور قرضخواہوں کے مطالبہ پر قید بھی رہا۔ جب قید سے نکلا تو چونکہ لائق آدمی تھا۔ پروفیسری پر مقرر ہو گیا۔ وہاں سے جو کچھ اسے ملتا وہ بھی اسی کام میں صرف کر دیتا اور یہاں تک حالت پہنچ گئی کہ اسکی بیوی بچوں کو فاقے آنے لگے۔ اور وہ اس قدر کنگال ہو گئے کہ شرفا ان کو اپنی مجالس میں نہ بلاتے اور اس کے بیوی بچے اپنے رشتہ داروں سے جو بڑے امیر اور دولتمند تھے نہ ملتے۔ کیونکہ ان کے پاس پہننے کے لئے کپڑے نہ تھے۔ ایک دن جب اس نے بھٹی چڑھائی اور اسکے پاس ایندھن نہ تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ گھر کا مال اسباب بھٹی میں جلا دے تو اس نے بیوی سے کہا کہ کپڑے مانگ کر ایک جگہ چلی جائے۔ اس میں اسکی غرض تھی کہ گھر کا اسباب جلتا دیکھ کر اسے صدمہ نہ ہو اور وہ مزاحم نہ بنے۔ جب وہ چلی گئی تو اس نے کرسیاں میز وغیرہ توڑ تاڑ کر جلا دیں حتیٰ کہ مکان کی چھت اکھیڑ کر بھی جلا دی۔ اس بھٹی کو جب اس نے نکالا تو جس بات کے لئے وہ کوشش کر رہا تھا وہ پوری ہو گئی یعنی برتن تیار ہو گئے تھے اسوقت اسے اسقدر خوشی ہوئی۔ کہ اسی حالت میں وہ دوڑتا ہوا مجلس میں چلا گیا اور جا کر کہنے لگا۔

میں کامیاب ہو گیا

اب ساری دنیا اس ایجاد سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اس نے غلطیاں کیں اور بار بار غلطیاں کیں۔ مگر نہ گھبرایا۔ آخر کامیاب ہو گیا۔ کیا کوئی نواب چاہتا ہے کہ اپنی دولت ضائع کر کے چوہڑوں کی حیثیت میں آجائے۔ ہرگز نہیں اسی طرح وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اسکی دولت ضائع ہو مگر قانون قدرت یہی ہے کہ کامیابی تب ہو۔ جب بعض حصے ضائع ہوں۔ پس

کارکنوں کا فرض

ہے کہ جو کام ان کے سپرد ہو اسے نیک نیتی سے کریں اور ایسے طریق کریں جس سے نیک نتیجہ نکلنے کی امید ہو لیکن اگر باوجود اسکے پھر نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔ تو جو کچھ صرف ہوا اسے ضائع نہیں قرار دینگے۔ بلکہ وہ ایسا ہی ہوگا جیسے کھیت میں بیج۔ وہ کسی نہ کسی وقت پھل لائیگا۔

دیکھو قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ (۲-۱۵۰) کہ ہم تم کو خوف بھوک اور تمہارے اموال۔ تمہاری جانیں اور تمہارے ثمرات ضائع کر کے آزمائیں گے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اس سے مراد وہ چندے ہیں جو مومن خدا کی راہ میں دیتے ہیں۔ اور وہ اموال مراد ہیں جو خدا کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں کیونکہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی چندہ دیکر رو پڑا ہو۔ اس سے مراد یہی ہے کہ مسلمانوں کے مال بعض جگہ ضائع ہونگے۔ اور ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلیگا۔ چنانچہ اسکی ایک مثال میں پیش کرتا ہوں۔ جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشورہ بھی شامل تھا۔ اور کئی لاکھ روپیہ خرچ ہوا مگر صحابہ قطعاً نہ بولے۔ وہ

غزوہ تبوک

ہے اس کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لیکر چلے فصل کی کٹائی کے دن تھے۔ زمیندار سمجھ سکتے ہیں۔ اسوقت کیسی حالت ہوتی ہے۔ کم از کم دو ماہ کا سفر تھا۔ اور اس سے زیادہ عرصہ بھی لگ سکتا تھا اس عرصہ میں کھیتیاں یقیناً برباد ہو جاتیں مگر حکم تھا سب چلو کیونکہ خبر ملی تھی کہ عیسائی حکومت روم کی بڑا لشکر جمع کر رہی ہے۔ اس کے مقابلہ کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳۰ ہزار کا لشکر لیکر چلے جس پر لاکھوں روپے صرف ہو گئے۔ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چندہ ساٹھ ستر ہزار کے قریب تھا

کم از کم خرچ کا انداز

اتنے بڑے لشکر کے لئے ۲۰ لاکھ ہے۔ اسکے علاوہ پیچھے جو کھیتیاں برباد ہو گئیں وہ علیحدہ ہیں۔ مگر جب لشکر وہاں پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ دشمن کا کوئی لشکر وہاں نہ تھا۔ اور یونہی واپس چلے آئے۔ لیکن کسی نے اس نقصان کی پرواہ نہ کی۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ اب گئے تو ۱۵-۲۰ لاکھ خرچ ہوا اگر نہ جاتے۔ اور دشمن حملہ آور ہو جاتا تو سارا عرب تباہ ہو جاتا۔ اصل یہ نقصان نقصان نہیں ہے تو ضیاع ہوا ہی کرتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ہوتا نہیں یا آئندہ نہیں ہوگا۔ ہوگا۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ وہ قوم جو یہ کہتی ہے کہ ہمارا مال اتنا ضائع ہو گیا۔ اور وہ اس وجہ سے ہمت ہار کر بیٹھ جاتی ہے اسے اگر کل تباہ ہونا ہے تو آج ہی تباہ ہو جائے۔ اور ہو جائیگا۔ اس بات کی مستحق ہے کہ تباہ ہو۔ اور اس بات کی مستحق ہے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب اسے پکڑ لے۔ کیونکہ وہ بدنام کنندہ ہے قوموں کی۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں

اموال کے ضائع ہونے کے متعلق اشارہ

فرمایا ہے کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ۔ جب واقعہ ہوتا ہے تو مومنوں کی کیا حالت ہوتی ہے یہ کہ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس نقص اموال سے مراد چندے ہیں۔ یہ تو وہی مال ہے۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے ضائع ہوگا۔ اور یہ ضروری ہے۔ ورنہ قوم کم ہمت ہو جاتی ہے۔ وہی قوم دنیا میں بڑھتی اور ترقی کرتی ہے جو کامیابی کا اندازہ لگا کر اس کیلئے ہر طرح کوشش کرتی ہے پھر اگر اسکی کوششیں اور اموال ضائع ہوں تو اسکی کوئی پرواہ نہیں کرتی۔ اس کے سوا کامیابی کی کوئی صورت نہیں کوئی کامیابی دنیا میں ایسی نہیں۔ جس میں کچھ نہ کچھ ضیاع نہ لگا ہو۔ یہی

چھوٹی مثال

دیکھ لو۔ باہر کی جماعتوں میں جہاں مبلغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں کی جماعت مبلغ کیلئے درخواست کرتی ہے۔ مگر اگر ہم کہیں کہ پہلے یہ بتاؤ۔ وہاں کتنے آدمی احمدی ہونگے تب مبلغ بھیجا جائیگا تو کیا کبھی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی لیکچرار اچھا نہیں بول سکتا یا بیمار ہو جاتا ہے یا اس کا گلا خراب ہو جاتا ہے تو اس کے جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور بعض دفعہ تو ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ایک دو شخص مرتد بھی ہو جاتے ہیں پھر کیا ان باتوں کی وجہ سے مبلغ ہی نہ بھیجے جایا کریں۔ کیا دنیا میں کبھی کوئی ایسا کام بھی ہوا ہے۔ جس میں

یقینی نفع

ہو اور ایک ذرہ بھی نقصان نہ ہو۔ جب تک انسان کام کرنیوالے ہیں اسوقت تک ایسا ہی ہوگا۔ کہ کام کرنے میں نقصان بھی اٹھانا پڑیگا جو قوم یہ چاہتی ہے کہ اس کا مال ضائع نہ ہو۔ وہ دنیا میں کوئی کام کرنے کے قابل نہیں ہے اسے چاہیئے کہ اپنے گھروں میں بند ہو کر بیٹھی رہے۔

پس یہ مت خیال کرو کہ اگر تم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو کہ

تمہارے مالوں کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونا چاہیئے۔ ہاں یہ کوشش کرو۔ کہ

ہر ایک کام دیانت داری سے ہو

اگر کسی کام کرنے والے کی بد دیانتی ہو۔ تو اسے علیحدہ کر دو۔ لیکن اگر کسی سے غلطی ہوتی ہے۔ تو اسے ناقابل معافی مت سمجھو۔ میرے کانوں میں یہ اعتراض پہنچا ہے۔ کہ پچھلے دنوں

اچھوت لوگوں کی اصلاح

کے لئے جو کوشش کی گئی۔ اس میں بہت سا روپیہ تباہ کر دیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر اس کام میں کامیابی ہو جاتی۔ اور لاکھوں آدمی اسلام میں داخل ہو جاتے۔ تو یہی لوگ جو اب اعتراض کرتے ہیں۔ کہتے ہم پہلے ہی کہتے تھے۔ اس میں کامیابی ہوگی۔ اور اس طرح فتح میں وہ بھی شامل ہو جاتے۔ بلکہ دوسروں سے بڑھ کر اپنے آپ کو حصہ دار بتاتے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہاں وہ روپیہ ضائع ہوا۔ دو سو کے قریب اب بھی ان میں سے ایسے لوگ ہیں کہ بعض کو میں دیکھ کر پہچان نہیں سکتا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں۔ ان کے چہرے بدل گئے۔ ان میں رشد نظر آتا ہے۔ نمازوں میں باقاعدہ شامل ہوتے ہیں۔ تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ نئے آدمی مسلمان ہونے کے لئے آتے ہی رہتے ہیں۔ پھر یہ روپیہ ضائع تو نہیں ہوا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اے علی (دوسرے موقعہ پر ایک اور صحابی سے فرماتے ہیں۔) ایک آدمی کا ہدایت پا جانا دو پہاڑوں کے درمیان بھرے ہوئے بھیڑ بکری کے گلے سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر اتنے بڑے گلہ کی قیمت ایک لاکھ بھی سمجھی جائے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ایک لاکھ خرچ کرکے بھی اگر ایک آدمی ہدایت پاتا ہے۔ تو

یہ سودا مہنگا نہیں

سستا ہے۔ اسی طرح ہمیں اگر ان لوگوں میں سے ایک آدمی بھی مل گیا۔ تو جو کچھ ہمارا خرچ ہوا ہے۔ اس کے مقابلے میں سستا ہے۔ مہنگا نہیں ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ جو امید تھی کہ یک لخت ہزاروں آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ وہ پوری نہیں ہوئی۔ باقی جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ انکی شکل دیکھکر وہ شخص معلوم کر سکتا ہے۔ جسے چہروں کے مطالعہ کی قابلیت ہو۔ کہ سچا ایمان لائے ہیں۔

بیشک بعض جگہ مال ضائع ہو جاتا ہے

مگر بغیر اس خطرہ میں پڑے کامیابی کب ہو سکتی ہے۔ پہلے انسان گھر کی چیز تباہ کرنے کے لئے نکلتا ہے۔ تب کامیاب ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں ضلع سیالکوٹ کے کچھ لوگ آئے۔ جنہوں نے بتایا۔ کہ ہمارے علاقہ میں بغیر بارش کے فصل نہیں ہو سکتی۔ کوئیں ایسے ہیں۔ کہ اگر ان کا پانی کھیتوں کو دیا جائے۔ تو کھیت بالکل تباہ ہو جائیں۔ ہم لوگ گھر میں جو غلہ تھا۔ وہ کھیتوں میں ڈال آئے ہیں۔ اب اگر بارش ہوئی تو فصل ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں ٭

اب دیکھو ان لوگوں نے جو غلہ ان کے پاس تھا۔ اسے بھی خطرہ میں ڈالا یا نہیں۔ اور اگر بارش نہ ہوئی۔ تو کیا ان کو کوئی ملامت کرے گا۔ کہ تم کھیتی کرنے کے قابل نہیں۔ تم سے زمینیں چھین لینی چاہئیں۔ ہرگز نہیں ٭

بات یہ ہے۔ کہ

خطرہ برداشت کرنیکے بعد کامیابی

ہوتی ہے۔ اور جب تک کوئی قوم اس بات کے لئے تیار نہ ہو۔ کہ موقع کو دیکھکر خطرہ بھی برداشت کرے۔ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہم نے جب

علاقہ ملکانہ میں کام

شروع کیا۔ تو اس وقت سارے مسلمان ملکانوں کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے۔ یہاں قادیان میں بھی جب میں نے اس بارے میں مشورہ لیا۔ تو کئی آدمیوں نے مجھے کہا۔ اس میں کامیابی نہ ہوگی۔ کیونکہ آریہ سالہا سال سے وہاں کام کر رہے ہیں۔ اس وقت میں نے بتایا۔ کہ اگر اس کام کو ہم شروع کرینگے۔ تو کم از کم پچاس ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوگا۔ اور سینکڑوں آدمیوں کو اس کے لئے اپنا وقت صرف کرنا ہوگا۔ چنانچہ لاکھ ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہماری جماعت کا روپیہ اس کام میں صرف ہوا۔ مگر آج سارا ہندوستان اس بات کا اقرار کر رہا ہے۔ کہ احمدیوں کی وجہ سے

آریوں کو علاقہ ملکانہ میں شکست

ہوئی۔ ابھی مفتی محمد صادق صاحب علی گڈھ گئے۔ تو

سر عبد الرحیم

نے جو اس سال مسلم لیگ کے پریذیڈنٹ تھے۔ علاقہ ملکانہ میں کام کرنے کی وجہ سے مفتی صاحب سے کہا۔ آپ ہی کی جماعت سچی مسلمان جماعت اور سچے طور پر اسلام کی خدمت کرنے والی ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں۔ مگر انہوں نے کہا۔ سچے مسلمان آپ ہی لوگ ہیں ٭

اب ممکن تھا۔ کہ علاقہ ملکانہ میں ہمارا جو روپیہ اور محنت صرف ہوئی۔ وہ صرف ہوتی۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلتا۔ کیونکہ آریہ وہاں دیر سے کام کر رہے تھے۔ ان کا اس علاقہ میں بڑا اثر اور رسوخ تھا۔ ممکن تھا۔ کہ سات آٹھ لاکھ آدمی آریوں کے قبضہ میں چلے جاتے۔ مگر

خدا تعالےٰ نے ہمیں فتح دی

اور اب سارے اس فتح میں شامل ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہم احمدیوں نے یہ کام کیا۔ اگر خدانخواستہ شکست ہوتی۔ تو کہتے خلیفہ نے اسقدر روپیہ ضائع کر دیا ٭

دراصل کام کرنے والے کا صرف یہ کام ہوتا ہے کہ وہ اپنی عقل سے اندازہ لگاتا ہے۔ کہ کامیابی ہو سکتی ہے۔ اور پھر موقعہ دیکھکر حملہ کر دیتا ہے۔ اس کے لئے یہ کام منٹوں کا ہوتا ہے منٹوں میں اسے فیصلہ کرکے حملہ کرنا ہوتا ہے۔ اگر اس کا اندازہ بالکل ٹھیک لگ گیا۔ اور

حملہ عین وقت پر

ہو گیا۔ تو کامیابی ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ دیکھو نپولین جیسے فاتح کی آخری شکست صرف پانچ منٹ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس نے سارے یورپ کو شکست دے دی تھی۔ آخر سب نے مل کر اسے شکست دی۔ اور قید کر لیا۔ مگر وہ قید سے نکلا۔ اور فوج لے کر مقابلہ کیلئے چلا۔ دونوں لشکروں کے درمیان ایک ٹیلہ تھا۔ نپولین نے اپنے ایک جرنیل کو بھیجا۔ کہ اس پر جا کر قبضہ کر لو اور اس پر توپ خانہ رکھدو۔ وہ جرنیل فوج لیکر گیا۔ لیکن چونکہ سپاہی تھکے ہوئے تھے۔ اس ٹیلے کے نیچے پہنچکر اس نے اجازت دیدی۔ کہ رات کو یہاں آرام کرو۔ صبح ٹیلہ پر قبضہ کرینگے۔ صبح اٹھکر جب وہ قبضہ کرنے کے لئے گئے۔ تو ان سے

صرف پانچ منٹ پہلے

انگریزی فوج اس پر قبضہ کر چکی تھی۔ اس سے جنگ کا نقشہ ہی بالکل بدل گیا۔ نپولین کو شکست ہوئی۔ اور وہ پکڑا گیا۔ اگر اس ٹیلہ پر پانچ منٹ پہلے انگریزوں کا قبضہ نہ ہو جاتا۔ تو آج نہ انگریز اس حالت میں ہوتے۔ اور نہ جرمن۔ مگر پانچ منٹ کی غفلت اور دیر نے دنیا کی قوموں کے حالات بدل ڈالے۔ تو کام کرنے والوں کو منٹوں میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ پھر بعض دفعہ ان کا فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ غلط بھی ہوتا ہے۔ ایک قوم کے سردار آتے ہیں۔ ان کے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ کہ آج ان کے لئے اگر روپیہ صرف کرینگے۔ تو کل یہ ہمیں مدد دینگے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ جس قدر امید لگائی جائے۔ وہ پوری نہ ہو۔ لیکن اس سے بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ دیکھو عیسائیوں نے ہندوستان کی

اچھوت اقوام کے لئے کروڑوں روپے

خرچ کر دیئے۔ جس کا نتیجہ سالہا سال کی کوششوں کے بعد یہ نکلا ہے کہ آج انہیں کونسل میں ممبری کا حق حاصل ہے۔ یہ حق عیسائیوں کو مغلوں۔ پٹھانوں اور سیدوں کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ چوہڑوں کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ تم میں سید مغل پٹھان ہیں۔ مگر احمدیوں کو یہ حق نہیں دیا گیا۔ اور عیسائیوں کو دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہاں ان کی تعداد زیادہ ہے۔ تو وہ روپیہ جو عیسائیوں نے ان لوگوں کے لئے خرچ کیا تھا۔ اس طرح کام آگیا کہ ان کا اس ملک پر حق تسلیم کر لیا گیا۔ مگر تمہارا نہیں تسلیم کیا گیا ٭

ابھی چند دن ہوئے۔ ایک دوست کا خط آیا ہے۔ کہ

عدن میں ۴۳ سال

ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں کا مشن قائم ہوئے۔ جس پر لاکھوں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ ان کا ایک بہت بڑا ہسپتال ہے۔ مگر اسوقت تک ایک آدمی بھی عیسائی نہیں ہوا۔ اور عیسائی اسی جوش سے مال صرف کر رہے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ جب کوئی فائدہ نہیں۔

ڈکیوں تم مال خرچ کرتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہمارا کام کام کرنا ہے۔ آگے ماننا ان لوگوں کا کام ہے۔ اسوقت تک ان کا کروڑ ڈیڑھ کروڑ کے قریب روپیہ صرف ہو چکا ہوگا۔ مگر اس بات کی انہیں کوئی پروا نہیں۔ کہ یہ روپیہ ضائع ہو گیا۔ دراصل وہ اسے ضائع نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ نیک نیتی سے کام کرتے ہوئے مال کا ضائع کرنا ہی کامیابی ہے۔ کیونکہ جو قوم خطروں کو برداشت کرتی ہے۔ وہی جیتتی ہے ۔

ہماری جماعت کے لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ اگر کوئی کارکن غلطی کر جائے۔ اور کسی کام کا نتیجہ اس طرح نہ نکلے جس طرح امید کی جائے۔ تو اس کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہیئے۔ کہ اس میں مال ضائع ہو گیا۔ جس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جو قوم اپنا مال ضائع کرنے کیلئے تیار نہیں۔ وہ فتح کیلئے بھی تیار نہیں ہو سکتی۔ ایسا کوئی کام نہیں۔ جس کے متعلق یہ کہا جا سکے۔ کہ اس میں نقصان کا احتمال نہیں ہوگا۔ بلکہ انسان جب اپنی جان تک دیدینے کیلئے تیار ہوتا ہے تب کامیابی ہوتی ہے۔ دیکھو

عورت جان دیتی ہے

تب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بیسیوں عورتیں بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے مر جاتی ہیں۔ اس سے کیا عورتیں یہ کہدیں۔ کہ چونکہ جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسلئے بچے ہی پیدا نہیں کرنے چاہئیں۔ پھر دیکھو

خدا تعالےٰ کے کاموں میں بھی ضیاع

پایا جاتا ہے۔ اور دہریہ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ دس بچے پیدا ہوتے ہیں۔ جو سارے کے سارے زندہ نہیں رہتے۔ بلکہ ان میں سے پانچ مر جاتے ہیں۔ اسی طرح سٹوں پر کروڑوں من بور لگتا ہے۔ جو ... بہت سا گر جاتا ہے۔ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ سب کاموں میں ضیاع لگا ہوا ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی کامیابی اور کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتی ۔

پس اگر کوئی بات قابل اعتراض ہے۔ تو وہ

بدنیتی اور بے پرواہی

ہے۔ ورنہ نیک نیتی سے اگر کوئی اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالتا ہے تو قابل تعریف ہے۔ نہ کہ قابل مذمت۔ مثلاً ایک شخص کسی کو ڈوبتا دیکھکر پانی میں کود پڑتا ہے۔ اب ممکن ہے وہ خود بھی ڈوب جائے اور ممکن ہے دوسرے کو بچا لائے۔ اگر وہ خود بھی ڈوب جائے تو قابل ملامت نہیں ہوگا۔ پس کام میں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ بدنیتی تو نہیں اگر یہ نہیں اور ضیاع ہے۔ تو یہ فطرتی بات ہے ۔

تیسری بات یہ یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ

ہر الزام سچا نہیں ہوتا

بعض لوگ ہر بات سن کر یقین کر لیتے ہیں۔ کہ سچی ہوگی۔ حالانکہ ایسی باتوں میں سے ۹۹ فیصدی غلط ہوتی ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ پر سے کووں کی قطاریں بن گئیں۔ یہ تو لغو سا قصہ ہے مگر مشہور اس طرح ہے۔ کہ کوئی بادشاہ پاخانہ میں گیا۔ تو اس نے دیکھا۔ وہاں پر پڑا تھا۔ اس نے اس بات کی شکایت کی۔ کہ صفائی اچھی نہیں ہوتی۔ پاخانہ میں پر پڑا ہوا تھا۔ اس سے کسی نے یہ سمجھا۔ کہ پاخانہ میں سے پر نکلا ہے۔ اس سے آگے یہ سمجھا گیا۔ کہ کھانے میں پر کھایا گیا۔ اسطرح بات بناتے بناتے کوّے بنا دیئے گئے ۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کس طرح باتیں بنائی اور بڑھائی جاتی ہیں۔ آج تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ آپ اپنی پھوپھی کی لڑکی کو ننگا دیکھکر اس پر عاشق ہو گئے تھے۔ اس قسم کی

سو میں سے ۹۹ باتیں

جھوٹی ہوتی ہیں۔ اسلئے سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہر خبر جو پہنچے سچی نہیں ہوتی۔ اگر اس بات کو مد نظر رکھا جائے۔ تو بہت سے فتنوں سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔

یہ تین باتیں تمام لوگوں کے ذہن نشین کرائی جائیں۔ کیونکہ ان کے سمجھنے کے بغیر ہماری جماعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور ان کے بغیر کسی قوم کے قدم فتح کی طرف نہیں اُٹھ سکتے۔ بلکہ وہ قوم ذلیل ہو جاتی ہے۔ دیکھو انگریز اس ملک میں اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر آئے اور فاتح بن گئے۔ ہمارے ملک کے لوگ جانوں کے خطرہ کی وجہ سے [illegible] سمندر تو الگ رہا۔

خشکی میں ڈوب گئے

اور ایسے ڈوبے کہ ایک لاکھ کے قریب انگریزوں کی کروڑ ہا رعایا ... ہیں پھر انگریزوں نے نقصان کی پروا نہ کرتے ہوئے

صنعت و حرفت

میں اپنا روپیہ لگایا۔ مگر ہمارے ملک کے لوگ نقصان سے ڈرتے رہے۔ اب حالت یہ ہے۔ کہ ہم ہر چیز کے لئے انکے محتاج ہیں۔ سوئی تاگہ۔ جراب۔ پگڑی۔ غرض جس چیز کی ضرورت ہو۔ ہم ان کا منہ تکتے ہیں ہم نے کہا اگر ہم کارخانے کھولینگے۔ تو شاید گھاٹا پڑ جائے۔ اور روپیہ ضائع ہو جائے۔ مگر جب ہم ضیاع سے ڈرے۔ تو خدا نے ہمیں روپیہ ہی نہ دیا۔ اور ہم

تجارتی میدان

میں گر گئے۔ تاریخوں میں واقعہ لکھا ہے۔ کہ شاہجہان کی بیوی تاج محل نے خواب میں ایک مقبرہ دیکھا۔ دنیا میں جو سات عمارتیں اعلیٰ درجہ کی سمجھی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک

تاج محل

ہے۔ بیگم نے بادشاہ کو بتایا۔ اس نے انجنیر بلائے اور کہا کیا تم اس قسم کا مقبرہ تیار کر سکتے ہو۔ سب نے انکار کر دیا۔ آخر ایک نے نقشہ بنا کر دکھایا۔ تو بیگم نے کہا۔ یہی ہے وہ نقشہ جو میں نے دیکھا۔ بنانیوالے نے کہا یہ بن تو جائیگا۔ مگر اس کے ساتھ ایک شرط ہے۔ اگر وہ پوری ہو جائے۔ تو بن جائیگا۔ بادشاہ نے کہا بتاؤ۔ جو بھی شرط ہے۔ پوری کی جائے گی۔ اس نے کہا۔ آپ روپوں کے توڑے کشتی میں رکھا کر کشتی میں میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔ اور دریا کے دوسرے کنارہ تک چلیں۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا جب کشتی چلی۔ تو اس نے ایک توڑا اٹھا کر دریا میں پھینکتے ہوئے کہا۔ بادشاہ سلامت مقبرہ بن تو جائیگا۔ مگر اس طرح روپیہ خرچ ہوگا۔ بادشاہ نے کہا کوئی پروا نہیں۔ اسی طرح خرچ کرو۔ پھر اس نے وہی بات کہتے ہوئے دوسرا توڑا پھینک دیا۔ حتّٰی کہ کنارے تک پہنچتے پہنچتے سارے توڑے پانی میں ڈال دیئے۔ آخر جب اس نے دیکھا۔ کہ بادشاہ اسی طرح روپیہ خرچ کرنے کیلئے تیار ہے۔ تو اس نے کہا ضرور ایسا مقبرہ بن جائیگا۔ اس کے بعد اس نے بنانا شروع کیا ۔

اس سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جو قربانی کیلئے تیار ہوتا ہے۔ وہی کامیاب ہوتا ہے۔ پس میں یہ نہیں کہتا۔ کہ سب باتیں غلط ہوتی ہیں۔ سچی بھی ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ دیکھو تاجر کاروبار کرتے ہیں۔ مگر ان کا کوئی ملازم خائن نکل آئے۔ تو کیا وہ کام کاج بند کر دیتے ہیں۔ کہ اب یہ کام نہیں کریں گے۔ تمام دنیا کے کاموں میں کام کرنے والے خائن اور غبن کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ مگر کام کرانے والے کراتے ہی ہیں۔ پس اوّل تو ہر بات کے متعلق تحقیقات کرنی چاہیئے۔ کہ وہ جھوٹ ہے یا سچ۔ پھر اگر وہ سچ ہو۔ تو بھی یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ جو ناممکن ہو۔

سارے کے سارے انسان نیک نہیں ہوتے

سارے کے سارے دیانتدار نہیں ہوتے۔ مگر ان کی وجہ سے کام نہیں چھوڑ دیئے جاتے۔ پھر بسا اوقات دیانتداروں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ پس اگر دیانتداری سے کام کرتے ہوئے نقصان ہو۔ تو اس سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔

پھر ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار رہنا چاہیئے

جسکے لئے کسی قسم کی حد بندی نہیں ہے۔ آنا دو آنے نہیں۔ بلکہ ضرورت کے وقت سب کچھ دینا ہوگا۔ اگر کوئی اسکے لئے حد بندی کرتا ہے۔ تو وہ بیعت پر قائم نہیں رہتا۔ تم ہر ایک چیز قربان کرنے کیلئے تیار رہو۔ پھر دیکھو کامیابی کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ تم لوگ اپنی اس تھوڑی سی قربانی کو ہی دیکھو۔ جو قربانی کہلانے کی بھی مستحق نہیں ہے۔ کہ اس کی وجہ سے

تمہاری کس قدر عزت اور توقیر کی جاتی ہے

خطرناک سے خطرناک دشمن بھی مانتے ہیں۔ کہ تم لوگ دین کی بڑی خدمت کر رہے ہو۔ اور دین کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار رہو۔ اور کسی نقصان سے نہیں ڈرتے۔ یہی بات ہے۔ جسکی وجہ سے ہماری جماعت کا دوسروں پر رعب ہے۔ اسی میں زیادتی کی وجہ سے ہم سب فتح پا سکتے ہیں۔ اور اسی میں کمی کی وجہ سے نامرادی اور ناکامی ہو سکتی ہے ۔

پس ہماری جماعت کے کارکن ان باتوں کو سمجھیں اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈالیں۔ اپنا سمجھ لینا ہی کافی نہ سمجھیں۔ بلکہ جو کمزور ہوں۔ ان کو سمجھانے کی بھی کوشش کریں تا کہ کمزور بھی مضبوط ہو جائیں۔

[illegible]

اشتہارات

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

میسرز رام جی داس اینڈ کو آف سیالکوٹ لاہور کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ مفصلہ ذیل پرانی اشیاء بذریعہ نیلام عام فروخت کریں:۔

مختلف مشینیں۔ فرنیچر۔ لکڑی کی چھوٹی گاڑیاں۔ کرمچ اور اور چمڑے کی بوریاں۔ بوتلیں اور شیشے کے ٹکڑے۔ دستی دھونکنیاں بانسلیں۔ کیروسین آئیل کے کھوکھے۔ چھری کانٹے۔ ڈرم اور ڈونے۔ سکریو جیک۔ دریاں۔ بڑے تالے۔ لیمپ۔ چکیوں کے پاٹ۔ ادویات۔ ترپال۔ پلی بلاکس۔ نصف گردش کرنے والے پمپ۔ مختلف قسم کی رسیاں۔ زمین ہموار کرنے والے رولر۔ دیل پریس۔ خیمے۔ چھولداریاں۔ چوبی سیڑھیاں۔ آرے۔ ٹٹیاں۔ مٹی کے تیل کے خالی پیپے۔ ٹرالی۔ لوہے کی ٹینکیاں۔ فٹ رولز۔ پیمائش کے فیتے۔ لیول سپرٹس۔ وارنش کے سیاہ تیل کے خالی ٹین۔ لوہے اور ٹین کے ڈول۔ پرانے کپڑے اور کمبل۔ چوبی پیپے۔ ٹرالیوں کے فریم۔ اور نشست گاہیں۔ چمڑے کے مختلف نل۔ رنگ کے چھوٹے پیپے۔ انجن کافی پاٹ۔ پرانے اوزار۔ مثلاً ہتھوڑے۔ چھینیاں۔ برمے۔ بیلچے۔ تھیلے ٹین۔ چھوٹے پیپے۔ آہنی کڑاہیاں۔ آہنی صندوق۔ چٹائی بننے کی ناریل کی رسیوں کے گچھے۔ ٹرالیوں کے پہیے اور دھریاں۔ فارکلے وغیرہ وغیرہ۔

۱ کراچی جنرل سٹور ڈپو۔ بروز پیر بتاریخ ۱۵ فروری سنہ ۱۹۲۶ء اور اس کے بعد ہر روز صبح ۱۰ بجے نیلام شروع ہوگی۔

۲۔ سکھر جنرل سٹور ڈپو۔ بروز پیر بتاریخ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۲۶ء اور اس کے بعد ہر روز ۱۰ بجے صبح نیلام شروع ہوگی۔

۳۔ کوئٹہ جنرل سٹور ڈپو۔ بروز جمعرات بتاریخ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۲۶ء اور اس کے بعد ہر روز ۱۰ بجے صبح نیلام شروع ہوگی۔

تول ماپ اور دیگر شرائط برسر موقعہ نیلام اعلان کیجائینگی

کنٹرولر آف سٹورز آفس مغلپورہ ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء

سی ایف لینگر
کنٹرولر آف سٹورز

ایک ہفتہ کیلئے خاص رعایت

جیبی رنگین حمائل اردو مجلد معہ فوٹو حضرت اقدس۔ جس کی لکھائی اور چھپائی کاغذ نہایت عمدہ اصلی قیمت ۷ رعایتی ۱۲؍ حمائل سنہری اردو جسکی لکھائی و چھپائی اور کاغذ نہایت لطیف اور حسن کے ساتھ فوٹو حضرت اقدس اور اسکے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی دو تقریریں۔ اصلی قیمت ۸ رعایتی ۵؍ اور بارہ نشان اصلی قیمت ۲ رعایتی ۱۰؍ لطائف فلاسفر معہ فوٹو اصلی قیمت ۲ رعایتی ۱۰؍ نصیر بک ایجنسی قادیان۔ نوٹ ان کتب پر کمیشن نہیں ملیگا

باجلاس جناب میاں عبدالمجید خانصاحب عدالتی بہادر سلطانپور

کرم الہی۔ مہر الہی۔ اسمٰعیل پسران خورد غلام حسین۔ علی محمد۔ نابالغان فجو سربرائے کرم الہی تایا خود قوم کمبوہ۔ ساکن سلطانپور۔ مدعیان

بنام

رحمت اللہ ولد مراد خان۔ نعمت خان۔ نواب خان۔ پسران قادربخش۔ مسمات مراد بی بی بیوہ الہی بخش۔ راجپوت۔ ساکن پونووال۔ مدعا علیہم

دعویٰ حکم امتناعی اراضی بنام مدعا علیہ

سمن طلبی مدعا علیہم

چونکہ مدعا علیہم کی سکونت کا پتہ نہیں ہے۔ اس لئے تاریخ پیشی ۲۲ ماگھ ۱۹۸۲ مطابق ۳ فروری سنہ ۱۹۲۶ء مقرر ہو کر اشتہار طلبی مدعا علیہم زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ جاری کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر جوابدہی کریں۔ ورنہ عدم حاضری کی نسبت کارروائی ضابطہ کی جاوے گی۔

مورخہ ۲۶ پوہ ۱۹۸۲

مہر عدالت — دستخط حاکم

موتی سرمہ کی دھوم مچ گئی

جناب شیخ صدر علی صاحب سٹریٹس سٹیلمنٹ سے لکھتے ہیں کہ آپ کا موتی سرمہ جن لوگوں نے استعمال کیا۔ بیحد تعریف کرتے ہیں۔ لہٰذا دس تولہ اور موتی سرمہ فی الفور وی پی روانہ کردیجئے۔"

آج ایک دنیا مانتی ہے۔ کہ یہ سرمہ ضعف بصر۔ ککرے خارش۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ دھند۔ پڑبال۔ پانی بہنا۔ ابتدائی موتیابند گوہانجنی۔ رتوندہ۔ ناخونہ۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو ایک دفعہ اسے منگواتا ہے۔ وہ ہمیشہ کیلئے گرویدہ ہو جاتا ہے۔ قیمت فی تولہ عہ دو روپے آٹھ آنے۔

اکسیر البدن رجسٹرڈ۔ جو تمام ادویات کی سرتاج ہے۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے۔

پتہ — مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

نہایت مفید علاج

ایک دوا جو کہ چوہے کیلئے از حد مفید ثابت ہوئی۔ اس کے استعمال سے چوہا کیسا ہی پرانا ہو رفع ہو جاتا ہے۔ چھ خوراک کی قیمت صرف عہ معہ محصولڈاک ہے۔ پرچہ ترکیب ہمراہ ہوگا۔ پتہ — عمر بخش خیاط۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور

فروگذاشت کا ازالہ

الفضل مطبوعہ ۱۹ جنوری سنہ ۲۶ء صفحہ ۱۱ کے تیسرے کالم کے آغاز میں تحت عنوان

"قیمت میں رعایت کی گنجائش نہیں"

پیراگراف نمبر ۱ کے آخیر یعنی سفوف مجرب کی بالائی سطر میں جناب کاتب صاحب کی عنایت سے جو چھ روپے قیمت علاوہ محصول ڈاک لکھی گئی ہے۔ اس کا اندراج بے موقع ہوا ہے۔ واضح رہے کہ اس قیمت کو سفوف مجرب سے متعلق سمجھنا چاہیئے۔ اکسیر الاجسام کی قیمت سے ناظرین کرام بخوبی واقف ہیں۔ علاوہ ازیں دوائی اکسیر الاجسام دوائی خانہ میں موجود نہیں۔ یعنی ختم ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ تعالے آئیندہ موسم بہار میں پھر تیار ہوگی۔ بشرطیکہ فرمائشوں کی معقول تعداد اواخر ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء تک دفتر اکسیر الاجسام میں موصول ہو جائے۔ اس وقت یہ دو سفوف جو محمد و ح الطبائے حاذقین ہیں۔ ہمارے دوائی خانہ میں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہوں:۔

سفوف مجرب

یہ سفوف وجع المفاصل۔ وجع الورک۔ عرق النسا اور اور نقرس کے لئے بارہا تجربہ میں آچکا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے وجع المفاصل جوڑوں کے درد کو کہتے ہیں۔ اگر پاؤں کی ایڑی اور انگلیوں میں درد ہو۔ تو اس کا نام نقرس ہے۔ اور ایسا ہی اگر سرین کے جوڑ میں درد ہو۔ تو اس کو وجع الورک سمجھنا چاہیئے اور اگر وہاں سے گذر کر گھٹنے تک پہنچے۔ تو اس کو عرق النساء کہتے ہیں۔ اس کے فقط ایک ہفتہ کے استعمال سے شافی مطلق کے حکم سے کامل صحت ہوگی۔ قیمت علاوہ محصولڈاک مبلغ چھ روپے۔ (دستے) پرچہ ترکیب استعمال دوائی کے ہمراہ [illegible]

سفوف ذیابیطس

اس مرض میں بیمار جس وقت پانی پیتا ہے۔ فوراً بول آجاتا ہے۔ اور پیشاب کا رنگ مثل پانی کے ہوتا ہے۔ کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ اس حالت میں جو طعام بھی کھایا جائے معدہ اس کو غیر منہضم یعنی ویسے ہی باہر نکال دیتا ہے۔ اس قسم کی کشش آب کو کہ اعضاء ایک دوسرے سے کھینچتے ہیں۔ یونانی لغت میں ذیابیطس کہتے ہیں۔ پس اس بیماری میں مریض کا بدن گھٹتا اور یوماً فیوماً لاغر ہوتا جاتا ہے۔ اس سفوف کے ہفتہ عشرہ کے استعمال سے بفضلہ تعالےٰ صحت یقینی ہے۔ قیمت پوری مقدار کیلئے پانچ روپے محصولڈاک بذمہ خریدار۔ جملہ درخواستیں پتہ ذیل پر بھیجیں:

المشتہر — مینجر اکسیر الاجسام۔ دار الفضل قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

ہندوستان کی خبریں

مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی پر ۱۸ جنوری کو یکایک فالج کا سخت حملہ ہوا۔ جس کا اثر ان کے دماغ پر تباہ کن ہوا۔ اور اسی وجہ سے آپ ۱۹-۲۰ جنوری کی درمیانی رات کو فوت ہو گئے۔ آپ خاندانی عالم تھے گاندھی جی کے زمانہ عروج میں طبقہ علماء میں سے آپ ان کے سب سے بڑے حامی تھے۔ لیکن بعد میں ان سے کبیدہ خاطر ہو گئے۔ آج کل آپ سلطان ابن سعود کے خلاف سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے۔ اور اسی مقصد کیلئے اجمیر روانہ ہونے کو ہی تھے۔ کہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔

مندرجہ ذیل تار خلافت کمیٹی کی مجلس عاملہ کی جانب سے سلطان ابن سعود کو بھیجا گیا ہے۔ اور اس کی نقل وفد خلافت کے ممبران مولوی ظفر علی خاں۔ مولوی محمد عرفان اور مسٹر شعیب قریشی کے پاس بھیجی گئی ہے:۔

ہم متعجب ہیں۔ اخبارات اہل حجاز کے آپ کو بادشاہ منتخب کرنے کی۔ اور نیز آپ کے اس کو قبول کر لینے کی خبریں شائع کر رہے ہیں۔ ہم متوقع تھے۔ کہ حکومت حجاز کے مستقبل کا فیصلہ آنے والی مؤتمر کے ذریعہ سے ہوگا۔ جس کو آپ نے دعوت دی ہے۔ ہم اس غیر متوقع واقعہ کے متعلق جس نے فکر پیدا کر دی ہے مستند اطلاع کا تشویش کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔

ابو الکلام آزاد۔ صدر خلافت

مندرجہ ذیل تار۔ مولوی ظفر علی خاں۔ اور مولوی محمد عرفان اور مسٹر شعیب قریشی کو خلافت کمیٹی کی مجلس عاملہ کی جانب سے جدہ بھیجا گیا ہے:۔

حجاز کے تازہ ظہور واقعات کے متعلق کمیٹی فوراً تبادلہ خیالات کرنا چاہتی ہے۔ سلطان سے ملاقات کر کے آپ تینوں صاحب فوراً واپس آ جائیے۔

۵ دسمبر کو پنجاب کونسل میں ایک ریزولیوشن پاس ہوا تھا۔ کہ انتخابات میں مستورات پر جو پابندیاں عائد ہیں وہ اڑا دی جائیں۔ چنانچہ پنجاب گورنمنٹ نے اس ریزولیوشن کو منظور کر لیا ہے

ایک کمیٹی وزارت تعلیم پنجاب کے زیر اہتمام سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں تجارتی اور کلیریکل (ملازمتی) تعلیم کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مجتمع ہوئی۔ کمیٹی کو ہدایت یہ تھی۔ کہ کلیریکل ٹریننگ کے رائج الوقت طریق پر بالعموم اور سنٹرل ماڈل سکول میں انٹرنس پاس لڑکوں کو کلرکی سکھانے کے لئے جو جماعتیں کھلی ہوئی ہیں۔ ان کا بالخصوص معائنہ کریں۔ کمیٹی کا کام ہے۔ کہ وہ بتائے۔ کہ اس قسم کی تعلیم کے متعلق ضرورت کس قدر ہے۔ اور یہ بھی واضح کرے۔ کہ کیا یہ قابل عمل ہے یا نہیں۔ کہ اس قسم کی تعلیم انٹرنس پاس کر لینے سے پیشتر دینے کی بجائے انٹرنس پاس کر لینے کے بعد دی جائے

پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا پنجم اجلاس بمقام ریواڑی ضلع گوڑگانواں بتاریخ ۳۰-۳۱ جنوری ۱۹۲۶ء زیر صدارت ڈاکٹر میاں سر محمد شفیع صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای بیرسٹرایٹ لا لاہور منعقد ہوگا۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضور نظام نے ایک فرمان صادر فرمایا ہے۔ کہ اورنگ آباد کے تمام زنانہ مدارس میں چرخہ کو رواج دیا جائے۔

کاماگاٹا مارو جہاز والے بابا گوردت سنگھ جی کو ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر نے مارچ ۱۹۲۲ء میں بغاوت کے الزام میں دو سال کی قید کی سزا دی تھی جو میانوالی جیل سے میعاد ختم کرنے کے بعد رہا ہو گئے۔

لاہور۔ ۱۷ جنوری۔ حکومت پنجاب کے محکمہ تعلیم نے ۱۹۲۵ء کی تعلیمی ترقی کی جو رپورٹ شائع کی ہے۔ اس میں جبری تعلیم کے متعلق حسب ذیل خیالات اور اعداد کا اظہار کیا گیا ہے۔

گورنمنٹ پنجاب ڈائرکٹر تعلیمات کی اس رائے سے بالکل اتفاق کرتی ہے۔ کہ جہالت دور کرنے کا سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے۔ کہ ابتدائی تعلیم کے لئے جبری اصول کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے۔ اور اس کا جس تدریجی استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے نتائج نہایت قابل اطمینان ظاہر ہوئے ہیں۔ ۳۱ مارچ ۱۹۲۵ء کو جبری تعلیم کا اصول ۲۵ شہری اور ۲۵۰ گاؤں کے اسکولوں میں رائج کیا گیا۔ اور تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے گاؤں کے اسکولوں کی تعداد اب ۴۰۰ سے بھی بڑھ گئی ہے۔

لاہور کی پولیس اس وقت نہایت مستعدی سے ناجائز اسلحہ کی جستجو میں مختلف طریق سے قابل تعریف کارروائی کر رہی ہے پتہ لگا ہے۔ کہ اس وقت تک ضلع لاہور کے دیہات سے بہت سے پستول ریوالور اور بندوقیں پکڑی جا چکی ہیں۔

دہلی۔ ۱۸ جنوری۔ گورنر جنرل ہند نے سر حبیب اللہ کو کونسل آف سٹیٹ کا لیڈر مقرر کیا ہے۔

دہلی۔ ۲۰۔ مجلس وضع قوانین ہند کے سرمائی اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے۔ وائسرائے نے کہا۔ کہ ملک معظم نے ہندوستان کی زراعتی حالت کی تحقیقات کے لئے شاہی کمشن کا تقرر منظور فرما لیا ہے۔ جنوبی افریقہ کے مسئلہ کے متعلق کہا کہ وفد ڈیپوٹیشن کو افریقہ میں اس لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ وہ مواد تحقیقات حکومت ہند کے سامنے پیش کرے۔ کہ مسودہ مخالفت ایشیا کے متعلق جنوبی افریقہ پر زور ڈالنے کے لئے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ہندوستان کی سیاسی حالت کا ذکر کرتے ہوئے وائسرائے نے کہا یہ امر موجب تاسف ہے۔ کہ ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں نے وزیر ہند کے حوصلہ افزا پیغام کا جواب کچھ ایسا عمدہ نہیں دیا ہے۔ وزیر ہند نے جس اقدام عمل سے کام لیا ہے۔ اگر اس کو فوراً قبول کر لیا جائے۔ تو برطانیہ کا دل مٹھی میں لیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ حکومت کے متعلق لیڈروں کے لہجہ اور مزاج میں کسی قدر تغیر ہوا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ تغیر ایسا نمایاں ہو جائے۔ کہ کسی مغالطہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ امید ہے۔ کہ مطلوبہ تغیر اسمبلی کے اس اجلاس میں نظر آ جائے گا۔

آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کا گیارھواں سالانہ اجلاس گوجرانوالہ میں منعقد کیا جائے گا۔ مجلس استقبالیہ مقرر کی جا چکی ہے کانفرنس گذشتہ بارہ سال کے دوران میں تقریباً ۲۵ ہزار روپیہ قوم کے ہونہار مگر نادار طلبہ کی اعلیٰ اور حرفتی تعلیم پر خرچ کر چکی ہے۔

ممالک غیر کی خبریں

کینیڈا میں تین ہزار کنبوں کو لے جا کر آباد کرانے کیلئے لائحہ عمل کے مطابق آئندہ موسم بہار میں روانہ ہونے کیلئے برطانیہ میں ۵۰۰ کنبے طیار بیٹھے ہیں۔ گذشتہ سال حکومت کینیڈا سے یہ طے پا گیا تھا۔ کہ آئندہ دو سال کے عرصہ میں تین ہزار کنبے برطانیہ سے کینیڈا جا کر زراعت کے کام پر لگائے جائیں گے۔ اس معاہدہ کے مطابق پانچ سو کنبے کینیڈا پہنچ چکے ہیں۔

آکسفورڈ۔ ۱۷ جنوری۔ عملی اعتبار سے تمام برطانیہ برف سے اٹا پڑا ہے۔ کئی ایک سڑکوں پر گاڑیوں کی آمد و رفت رک گئی ہے۔ ٹرینیں پٹڑیوں سے اتر گئی ہیں۔ اور ریلوے گاڑیاں چلنی بند ہو گئی ہیں۔ بدترین حالات ان اضلاع کی ہے۔ جہاں حال ہی میں طوفان باد و باراں نے تباہ کاریاں کیں۔

بلغراد۔ ۱۶ جنوری۔ شہر بلغراد سے ٹیلیفون اور تلغراف کے جملہ تعلقات منقطع ہو گئے۔ کیونکہ ایک غیر معمولی طوفان نے سارے ملک میں قیامت برپا کر رکھی ہے۔

برلن ۱۸ جنوری۔ گیس پٹرول کے پھٹ جانے کی وجہ سے برلن کے علاقہ مضافات میں تباہ و برباد کر دینے والا دھماکا محسوس ہوا۔ ایک چار منزلہ مکان تاش کے پتوں کی طرح اڑ گیا۔ مکان کے رہنے والے آٹھ فٹ گہرے ملبے میں دب گئے۔

جمعیۃ اقوام کے عہدہ داران متعلقہ حفظان صحت اس امر کی کوشش میں ناکام رہے۔ کہ ہالینڈ کی حکومت کونین کی فروخت کے متعلق قوانین کو آسان کرے۔ چنانچہ اب وہ اس کی کوشش کر رہے ہیں کہ دیگر متعدد حکومتوں کے ذریعہ سے شفاخانوں سے اس قسم کے اعداد و شمار مہیا کر رہے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہو سکے۔ کہ کونین کے علاوہ سنکونا۔ ...

(منشی عبد الرحمن صاحب کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا